علامہ بن باز رحمہ اللہ

کی بعض کتابوں کا مفید مجموعہ

(نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے مسائل)

تالیف

علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

ترجمہ

اسد اللہ عثمان مدنی

ناشر

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد بدیعہ

ریاض، مملکت سعودی عرب

پیش لفظ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی نبینا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین . . . اما بعد:

کتاب ہذا دراصل علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے بعض رسائل وتقاریر کے مجموعے کا ترجمہ ہے جو عربی زبان میں (المجموع المفید) کے نام سے شائع ہو چکا ہے.

وقت کی نزاکت اور ضرورت کے پیش نظر مذکورہ کتاب سے ترجمے کے لئے صرف نماز، روزہ، زکاۃ اور حج جیسی عبادات سے متعلق رسائل ومسائل کو اختیار کیا گیا. ترجمہ کے دوران جہاں کہیں بھی مزید وضاحت کی ضرورت محسوس کی گئی وہاں میں نے بین القوسین یا پھر حاشیہ جات میں اس کی وضاحت کر دی ہے.

اللہ تعالیٰ اس عمل کو اس کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو مفید سے مفید تر بنادے. اور اس کتاب کے ناشرین، ذمہ داران

اسلامک سنٹر بدیعہ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اردو داں طبقے کی تعلیم وآ گہی کی خاطر اس مفید مجموعے کی نشر واشاعت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اُٹھائی.

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دوسروں تک پہنچائیں تاکہ وہ بھی اس سے مستفید ہوسکیں اور ان کے ساتھ اجر وثواب میں آپ بھی برابر کے شریک بن سکیں.

وصلى الله و سلم على نبينا محمد بن عبد الله و على آله وصحبه اجمعين .

مترجم

اسداللہ عثمان مدنی

مترجم وزارت اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد

داعی اسلامک سنٹر بدیعہ. ریاض

۱۷/رجب ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کی اہمیت

بلا شبہ آدمی پر ضروری ہے کہ وہ نماز کا اہتمام کرے، اس لئے کہ نماز کا معاملہ بڑا ہی عظیم ہے اور اس کی قدر ومنزلت بہت ہی اونچی ہے. یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ اکیلے اللہ کے لئے عبادت کو خالص کرے جس کا کوئی شریک نہیں، اور اس بات پر ایمان رکھے کہ وہی اللہ معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جائے وہ باطل ہے، جیسا کہ سورۃ الحج آیت (٦٢) میں اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی و کبریائی والا ہے).

اور سورۃ لقمان آیت (٣٠) میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ

هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں، اور یقیناً اللہ تعالی بہت بلندیوں والا اور بڑا شان والا ہے). اور سورۃ الإسراء آیت (۲۳) میں فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلاَّ تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ﴾ (اور تمہارا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا). اور سورۃ الفاتحہ آیت (۵) میں ارشاد ہوا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں). اور مزید سورۃ البینہ آیت (۵) میں فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَآ اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص رکھیں).

یہ عظیم بنیاد ہے جو دین اسلام کی اصل ہے، اور یہی پہلی بات ہے جس کے ذریعہ آدمی اسلام میں داخل ہوتا ہے، اس گواہی کے بعد دوسرے مرتبہ پر اس بات کی گواہی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یہ

دونوں گواہیاں ہی دین کی اصل ہیں جن کے بغیر دین صحیح نہیں ہوسکتا.ان دونوں میں سے ایک کی گواہی دوسرے سے بے نیاز نہیں کرسکتی.یعنی محمد ﷺ کی بعثت کے بعدان دونوں کی گواہی لازمی ہے. جہاں اسلام اللہ کی توحید کے بغیر نہیں ہوسکتا وہیں محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان کے بغیر بھی اسلام نہیں ہوسکتا.

اگر کوئی انسان دن بھر روزہ دار رہے اور رات بھر قیام کرتا رہے اور اللہ کی ہر قسم کی عبادت بجالائے، لیکن محمد ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر وہ ایمان نہ لائے تو اس بناء وہ کافر ہے، بلکہ اہل علم کے پاس وہ بڑا کافر ہے. اور کوئی محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دے اور تصدیق کرے اور ہر عمل کرے مگر وہ اللہ کے ساتھ شرک کرے، اللہ کے ساتھ کسی نبی یا فرشتہ، بت یا درخت، پتھر یا کسی جن یا کسی ستارے کی عبادت کرے تو اس بناء وہ کافر اور گمراہ ہے اگرچہ وہ محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی کیوں نہ دے.

لہذا دونوں باتوں پر ایمان ضروری ہے. جہاں اللہ کی توحید واخلاص لازمی ہے وہیں محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان ضروری ہے، اللہ نے آپ کو

تمام جن وانس کے لئے رسول بنایا، آپ سے پہلے تمام رسول اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوئے مگر ہمارے نبی ﷺ تمام انسانوں کے لئے مبعوث کئے گئے. عرب وعجم، جن وانس، مرد وعورت، اغنیاء اور فقراء، حکام ورعایا سبھی کے لئے آپ نبی بنائے گئے. آپ کی لائی ہوئی اس دعوت کو جو قبول کرے اور اس پر ایمان لاکر اس کا مطیع بن جائے وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس کے ساتھ تکبر کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا. اللہ نے سورۃ ہود آیت (۱۷) میں اشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ (اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے.

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس امت کا کوئی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سن لے اور پھر میری رسالت پر ایمان لائے بغیر مر جائے وہ جہنمیوں میں سے ہے".**

اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا: **"کہ (پچھلی قوموں میں) نبی اپنی قوم کے لئے خاص طور پر مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام لوگوں کے لئے عمومی طور پر**

مبعوث ہوا ہوں''.

سورۃ الأعراف آیت (۱۵۸) میں مزید اللہ عزوجل کا ارشاد ہے :
﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں).اور سورۃ سبا آیت (۲۸) میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَـا اَرْسَلْنَـاكَ اِلَّا كَـافَّةً لِّـلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے).نیز سورۃ الأنبیاء آیت (۱۰۷) میں فرماتا ہے: ﴿وَ مَـا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ (اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے).

دونوں گواہیوں (شہادتین) کے بعد نماز کا معاملہ ان گواہیوں کے بعد عظیم ترین رکن ہے. جس نے اس کی حفاظت کی اس نے دین کی حفاظت کی اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ دوسری (عبادت) کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرنے والا ہے.

مسند احمد میں جید سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ کے سامنے نماز کا ذکر فرمایا اور کہا: **''جو اس کی حفاظت کرے اس کے لئے نماز روزِ قیامت نور اور برہان اور نجات بنے گی، اور جو اس کی حفاظت نہ کرے اس کے لئے نہ کوئی نور ہوگا اور نہ برہان، اور نہ اس کو نجات ملے گی، اور روزِ قیامت فرعون، اور قارون اور ابی بن خلف کے ساتھ اس کا حشر ہوگا''**.

بعض علماء اس بارے میں فرماتے ہیں کہ نماز کو ضائع کرنے والے کا حشر فرعون، قارون، ابی بن خلف جیسے کافر اور شقی سرداروں کے ساتھ اس لئے کیا جائے گا کہ اس نے ان کی مشابہت اختیار کی، اور ہر ایک اس انسان کے ساتھ ہوگا جس کی اس نے مشابہت اختیار کی. اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصافات آیت (۲۲) میں ارشاد فرمایا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ (ظالموں کو اور انکے ہمراہوں کو اور جن کی وہ اللہ کے علاوہ پرستش کرتے تھے ان سب کو جمع کر کے دوزخ کی راہ دکھا دو) یعنی ان کے مشابہ لوگ جس نے سرداری کی وجہ سے نماز ترک کیا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا، اس لئے کہ فرعون کی حکومت و سرداری ہی

نے اس کو تکبر پر ابھارا اور اسی بناء اس نے موسی علیہ السلام سے دشمنی کی چنانچہ وہ ان بدبختوں میں شامل ہوگا جنہوں نے گھاٹے کا سودا کیا اور دوزخ میں جا پہنچے. اللہ کا سورۃ المؤمن آیت (۴۶) میں ارشاد ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (جس دن قیامت قائم ہوگی فرمان ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈالو).

اور جس کو ترک نماز پر اس کے منصب نے ابھارا وہ فرعون کے وزیر ہامان کے مشابہ ہے، لہذا اس کا حشر اس کے ساتھ کیا جائے گا. ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور جس نے مال اور عیش و آرام کی وجہ سے نماز ترک کیا اس نے قارون سے مشابہت اختیار کی جس کو اللہ نے بڑی ہی دولت سے نوازا تو اس نے تکبر کیا اور سرکشی پر اتر آیا یہاں تک کہ اللہ نے اس کو اس کی دولت و جائداد سمیت زمین میں دھنسا دیا، لہذا اس سے مشابہت کی بناء روزِ قیامت جہنم کی طرف اس کے ساتھ اس کو لے جایا جائے گا.

اگر کسی کو تجارت و معاملات اور دینوی مشغولیات نے نماز اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی سے روک رکھا تھا تو مکہ کے تاجر ابی بن خلف کے مشابہ

ٹھہرا، لہذا جہنم میں اس کے ساتھ اس کا حشر کیا جائے گا. اللہ کافروں اوران کے اعمال سے ہم سب کو بچائے.

حاصلِ کلام یہ کہ نماز کا معاملہ بڑا عظیم ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **''معاملہ کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی اللہ کے راستہ میں جہاد ہے''** اور آپ ﷺ نے فرمایا: **''ہمارے اوران کے درمیان عہدِ نماز ہے جو اس کو چھوڑ دے وہ کافر ہے''** (اس کو امام احمد وابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے). اور مسلم نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **''آدمی اوراس کے کفر وشرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے''.**

لہذا معاملہ بڑا ہی خطرناک ہے اگر ہم آج لوگوں کے حال پر نظر کریں. لاحول ولا قوة الا بالله . نماز کو ترک کرنے والوں کی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں کاہل لوگوں کی کثرت ہے. اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ہدایت سے نوازے.

اللہ عزوجل وسیع نعمتوں اور بے شمار بھلائیوں کا مالک ہے لیکن جیسا کہ اللہ رب العزت کا سورۃ العلق کی آیات (٦-٧) میں ارشاد ہے:

﴿كَلَّا إِنَّ الإِنْسَـانَ لَيَطْغىٰ* اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنىٰ﴾ (سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پروا سمجھتا ہے).

اللہ نے نعمتوں اور بھلائیوں کی برکھا برسائی لیکن بہت سارے لوگوں نے اس کے مقابلے میں معصیت وناشکری کا رویہ اپنایا، اس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں.

لہذا اس بارے میں ڈرنا اور دوسروں تک اس بات کو پہنچانا نہایت ضروری ہے اور اپنے اطراف میں جو بھی تارکین نماز ہیں اور نمازوں اور دوسرے حقوق کی ادائیگی میں جو سستی اور کاہلی برتتے ہیں ان سب تک دعوت پہنچائی جائے اور ان کو نصیحت کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے. امید کہ اس ذریعہ سے اللہ ان کو ہدایت عطا فرمادے. رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے:

"جو حاضر ہو وہ غائب تک بات کو پہنچادے. بات کو سن کر دوسروں تک پہنچانے والوں سے زیادہ بسااوقات جن تک بات پہنچی ہے وہ زیادہ

یاد رکھنے والے ہوتے ہیں''.

علماء کی ایک جماعت کے قول کے مطابق جو آدمی کاہلی کی بناء نماز کو ترک کردے اگرچہ وہ اس کے واجب ہونے کا منکر نہ ہو پھر بھی وہ کفرِ اکبر کا مرتکب ہے. ان کی دلیل وہ آیات اور احادیث ہیں جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا، چاہے وہ اس کے واجب ہونے پر ایمان کا اقرار ہی کیوں نہ کرے. جب اس نے کاہلی وسستی کی وجہ سے نماز ترک کیا تو درحقیقت اس واجب سے اس نے کھلواڑ کیا اور اپنے رب کی بڑی ہی نافرمانی کی لہذا اس بناء پر وہ عمومی دلائل کی روشنی میں علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق کافر ہوجائے گا.

اور انہی دلائل میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

''ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، لہذا جو اس کو چھوڑ دے وہ کافر ہوا'' آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''جس نے اس کے واجب ہونے کا انکار کیا'' بلکہ فرمایا ''جس نے اس کو چھوڑ دیا'' چنانچہ اس میں اس کا انکار کرنے والا اور اقرار کرنے والا دونوں ہی شامل ہیں اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے **''بندہ اور شرک وکفر کے درمیان ترکِ**

نماز ہے" آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ "اس کے وجوب کا انکار ہے"

رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے اور فصیح اللسان تھے، آپ یہ فرما سکتے تھے کہ (جو اس کا انکار کرے) یا (اس کے وجوب کا منکر ہو جائے) اور آپ کو ان الفاظ میں حکم کو بیان کرنے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں تھی لیکن جب آپ نے مطلقاً نماز کے ترک کرنے پر کفر کا حکم جاری کیا اور فرمایا: **"ہمارے اور ان کے درمیان عہدِ نماز ہے لہذا جو اس کو چھوڑ دے وہ کافر ہو گیا"** یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صرف اس عظیم واجب کا ترک کرنا آدمی کو کفرِ اکبر میں پہنچا دیتا ہے اور وہ مرتد ہو جاتا ہے. ہم اللہ کی پناہ اور عافیت مانگتے ہیں. اور مسلمان عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ تارکِ نماز کے ساتھ اس کی زوجیت میں باقی رہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے اور اللہ کی طرف پلٹ نہ آئے.

عبداللہ بن شقیق العقیلیؒ بڑے تابعی ہیں. آپ فرماتے ہیں: **"اصحاب رسول ﷺ سوائے نماز کے کسی بھی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے"** یعنی وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ ترک نماز کفر ہے اور انہوں

نے اس کے انکار کی شرط نہیں لگائی اور نہ اس کے وجوب کے منکر ہونے کے بارے میں کہا.

رہا وہ شخص جو اس کی فرضیت کا انکار کردے وہ تمام اہل علم کے پاس کفرِ اکبر کا مرتکب ہے گرچہ وہ لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرنے والا ہی کیوں نہ ہو. اگر اس کی فرضیت کا وہ منکر ہے تو اس کے کفر پر سب کا اجماع ہے. اللہ ہمیں عافیت میں رکھے. اسی طرح اگر کوئی زکاۃ، یا رمضان کے روزے یا حج کی فرضیت کا منکر ہو جائے تو تمام اہل علم کے پاس وہ کافر ہے. اللہ ہمیں اپنی امان میں رکھے.

اسی طرح اگر کوئی زنا کاری یا شراب نوشی یا لواطت یا والدین کی نافرمانی یا سودخوری کو حلال کہے تو تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اللہ کی حرام کردہ باتوں کو اس نے حلال کیا، لیکن کوئی ان کے حکم سے ناواقف ہو تو ایسے کو تعلیم دینا ضروری ہے. علم ہو جانے کے باوجود اگر اس کے حکم کا وہ منکر ہی رہے تو تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسا آدمی کافر ہے. اللہ ہی توفیق کا مالک ہے. **وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.**

نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت

الحمد لله وحده والصلاة و السلام على عبده ورسوله نبينا محمد وآله وصحبه، اما بعد:

نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کے بیان میں ان چند مختصر کلمات کو میں نے ہر مسلمان مرد عورت کی خدمت میں پیش کرنا چاہا تاکہ ان کا ہر پڑھنے والا نبی ﷺ کی اقتداء کی کوشش کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''**تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے پارہے ہو**'' (بخاری). اس کی تفصیل قارئین کرام کے لئے درج ذیل ہے:

۱- اچھی طرح وضوء کرلے جیسا کہ اللہ نے سورۃ المائدہ آیت (٦) میں وضوء کا حکم دیا ہے: ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرءُوْسِكُم وأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ**﴾ ''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو. اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو''.

اور جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **''بغیر پاکی کے نماز قبول نہیں ہوتی''** (مسلم وترمذی) اور نماز صحیح طریقہ پر ادا نہ کرنے والے کو آپ نے فرمایا **'' جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اچھی طرح وضوء کرلو''**. (بخاری)

۲-نماز پڑھنے والا اپنے پورے بدن کے ساتھ قبلہ رو ہو جائے اور فرض یا نفل جس نماز کو ادا کرنا چاہتا ہو اس کا ارادہ کرلے اور زبان سے نیت کے الفاظ کو نہ کہے، زبانی نیت مشروع نہیں ہے کیونکہ رسول ﷺ اور صحابہ نے زبان سے نیت ادا نہیں کی ، اگر امام یا منفرد ہو تو اپنے آگے سترہ (آڑ) رکھ لے. استقبال قبلہ نماز کی شرطوں میں سے ہے، ہاں کچھ خاص مواقع ہیں جہاں اس کی شرط نہیں، جن کا ذکر اہل علم کی کتابوں میں ہے.

۳-اللہ اکبر کہتے ہوئے تکبیر تحریمہ باندھے اور نظریں سجدہ کی جگہ ہوں.

۴-تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر یا دونوں کانوں کے برابر اٹھائے.

۵. اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھے اس طرح کہ داہنا ہاتھ

بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے. نبی ﷺ سے ایسا ہی ثابت ہے.

٦. دعائے استفتاح پڑھے جو مسنون ہے: (اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَ بَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ) "اے اللہ مجھے میرے گناہوں سے اتنا دور کر دے جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے. اے اللہ سفید کپڑا میل کچیل سے جس طرح صاف ہو جاتا ہے اسی طرح مجھے میرے گناہوں سے صاف کر دے. اے اللہ میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے".

مذکورہ کلمات کے بدلے اگر چاہے تو یہ کلمات بھی کہہ سکتے ہیں: (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ) "اے اللہ تیری حمد کے ساتھ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیرا نام بڑا ہی بابرکت ہے اور تیرا مقام بڑا ہی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے".

اگر ان دونوں کے علاوہ بھی اس موقعہ پر پڑھی جانے والی ثابت شدہ دعاؤوں میں سے کسی کو پڑھ لے تو بھی جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ کبھی اس کو اور کبھی اس کو پڑھے تا کہ اتباع سنت میں کمال حاصل ہو جائے.

پھر کہے: (اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) اور سورۂ فاتحہ پڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی'' (متفق علیہ). اس کے اختتام پر جہری قراءت والی نمازوں میں بلند آواز سے آمین کہے پھر قرآن سے جو یاد ہو وہ پڑھ لے.

۷. رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک یا کانوں تک اٹھا کر تکبیر کہے اور رکوع میں سر اور پیٹھ کو برابر رکھے اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر دونوں گھٹنوں پر رکھ لے اور رکوع اطمینان سے کرے اور کہے (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ). افضل یہ ہے کہ تین یا اس سے زائد مرتبہ کہے اور اس کے ساتھ ان کلمات کو کہنا مستحب ہے (سُبْحَانَكَ اللّٰهُم رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ).

۸- رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک یا دونوں کانوں تک اٹھائے. اورامام ہو یا منفرد دونوں ہی (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) کہیں اور کھڑے ہونے کے بعد(رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْه) کہیں اور مقتدی رکوع سے اٹھتے وقت صرف (رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْه) کہے.

امام ہو یا مقتدی مستحب یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو وہ رکوع سے پہلے قیام میں جس طرح باندھا تھا اسی طرح سینہ پر باندھ لے کیونکہ وائل بن حجر اور سہل بن سعد کی احادیث میں رسول ﷺ کے اس عمل کی دلیل ہے.

۹-تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرے اور اگر ممکن ہوتو دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اور اگر اس طرح کرنے میں مشقت محسوس کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے. سجدہ کی حالت میں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور ہاتھوں کی انگلیاں جمی ہوئی ہوں اور سات اعضاء پر سجدہ ہو اور وہ یہ ہیں: پیشانی مع ناک، دونوں

ہاتھ، دونوں گھٹنے، اور دونوں پیر کی انگلیوں کا اندرونی حصہ، اور تین مرتبہ یا اس سے زیادہ (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاعلی) کہے اور اس کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھنا مستحب ہے (سُبْحَانَكَ اللّٰهُم رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ).

اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی بناء سجدہ میں کثرت سے دعا کرے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **"رکوع میں رب کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں بہت زیادہ دعا کرو کیونکہ اس وقت تمہاری دعاؤں کی قبولیت کا موقعہ ہے"** (مسلم) نماز چاہے فرض ہو یا نفل سجدہ میں دنیا و آخرت کی بھلائی اپنے رب سے مانگے، سجدہ کی حالت میں پہلو سے دونوں بازؤوں کو، پیٹ سے دونوں رانوں کو، اور دونوں رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے بلند رکھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **"سجود میں اعتدال اختیار کرو اور تم میں سے کوئی اپنے ہاتھوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے"**. (متفق علیہ)

۱۰- تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائے اور بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور داہنا پیر کھڑا کرلے اور اپنے ہاتھوں کو رانوں یا گھٹنوں پر رکھ

لےاور کہے (رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ)اوراس بیٹھک کواطمینان سےادا کرے.

۱۱- دوسرے سجدہ کے لئے تکبیر کہےاور پہلے سجدہ میں جواعمال کئے تھےوہ سب اس میں بھی انجام دے.

۱۲. دوسرے سجدہ سے تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے اور دوسجدوں کے درمیان کی بیٹھک کی طرح ہلکے پھلکے انداز میں کچھ دیر بیٹھے اس کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں جو مستحب ہے.اوراگر نہ بیٹھےتو بھی کوئی حرج نہیں.اس میں نہ کوئی ذکر ہےاور نہ دعاء.پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو جائے. گرممکن ہوتو اپنے گھٹنوں کے بل اوراگر مشققت محسوس ہوتو ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھے پھر سورۂ فاتحہ اور قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھ لے اور پہلی رکعت ہی کی طرح بقیہ اعمال انجام دے.

۱۳- نماز فجر ،نماز جمعہ ،نماز عید کی طرح اگر دورکعت والی نماز ہوتو دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے ،اپنا داہنا پیر کھڑا کرلے اور بایاں پیر بچھالے، داہنی ران پر دایاں ہاتھ اس طرح رکھے کہ

ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بند کر لے اور صرف شہادت کی انگلی اٹھائے رکھے، اور اگر چھوٹی اور اس کے بغل والی انگلی کو بند کر لے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی اشارہ کرنے کے لئے اٹھائے تو بھی سنت ہے. یہ دونوں ہی طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں. افضل یہ ہے کہ کبھی اس پر اور کبھی اس پر، دونوں ہی پر عمل کرے. اور بایاں ہاتھ بائیں پیر کی ران پر یا گھٹنے پر رکھ لے اور اس قعدہ میں یہ تشہد پڑھے:

(اَلتَّـحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِـيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْـنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَااِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّد وَ عَلَى آلِ مُحَمَّد كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ).

پھر یہ دعاء کرے جس میں چار باتوں سے اللہ کی پناہ پکڑی جاتی ہے

(اللَّهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وِمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِـنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّال)
پھر دنیا وآخرت کی بھلائیوں میں سے جو چاہے اللہ سے مانگے پھر والدین کے لئے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی دعاء کرے تو جائز ہے چاہے نماز نفل ہو یا فرض، کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی) میں یہ فرمان ہے **''پھر اپنی پسندیدہ دعاء اختیار کرے اور اللہ سے طلب کرے''** (نسائی وابوداؤد).

آپ کی یہ اجازت دنیا وآخرت کی تمام نفع بخش باتوں کو مانگنے کے لئے ہے پھر (السَّلَامُ عَـلَيْـكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ) کے الفاظ کہتے ہوئے دائیں اور پھر بائیں سلام پھیر دے.

۱۴- اگر مغرب کی طرح تین رکعت والی یا ظہر، عصر اور عشاء کی طرح چار رکعت والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے قعدہ میں تشہد اور درود ابراہیم پڑھنے کے بعد دونوں گھٹنوں کے سہارے تیسری رکعت کے لئے اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور پھر

دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر باندھ لے جس طرح اوپر بیان ہو چکا ہے، اور صرف سورۂ فاتحہ پڑھے، اور کبھی کبھار سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بھی کیا ہے، اسی طرح دوسری رکعت کے بعد کے قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد درود ابراہیم پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس موقعہ پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں. پھر اگر مغرب کی تیسری رکعت ادا کرلے اور ظہر، عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت ادا کرلے تو قعدہ میں بیٹھ کر پورا تشہد پڑھے جس طرح دو رکعت کی ادائیگی کی کیفیت کے بیان میں بتایا جا چکا ہے پھر دائیں اور بائیں سلام پھیر دے.

سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ (**أَسْتَغْفِرُ اللّٰه**) کہے اور پھر یہ کلمات کہے: (**اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ . لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . لَا حَوْلَ**

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه . اللَّهُمَّ لَا مانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ . لَااِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ . لَااِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْن).

اور۳۳مرتبہ (سُبْحَانَ اللَّه)، ۳۳مرتبہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ۳۳ مرتبہ(اَللّٰهُ اَكْبَر) کہےاورایک مرتبہ(لَااِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) پڑھے.

پھر آیت الکرسی ، سورۃ الإخلاص ، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے. بعد نماز فجر و مغرب ان سورتوں کو تین تین مرتبہ دہرانا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا ہے، اور یہ تمام اذکار سنت ہیں، فرض نہیں ہیں.

اور ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے مشروع ہے کہ وہ ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت ادا کرے. یہ کل بارہ رکعتیں سنت

مؤکدہ کے نام سے جانی جاتی ہیں جن کی رسول اللہ ﷺ سفر وحضر میں پابندی کیا کرتے تھے. اور افضل تو یہ ہے کہ ان تمام سنتوں کو اور وتر کو گھر میں ادا کرے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **"افضل ترین نماز آدمی کا اپنے گھر میں ادا کرنا ہے سوائے فرض نماز کے"** (متفق علیہ) اگر کوئی ان کو مسجد میں بھی ادا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں.

ان بارہ رکعت کی پابندی دخول جنت کی باعث ہے، اس ضمن میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: **"جس نے اپنے دن ورات میں فرض کے علاوہ بارہ رکعت نماز ادا کی اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے"** (مسلم).

اور اگر کوئی عصر سے پہلے چار رکعت، مغرب سے پہلے دو رکعت اور عشاء سے پہلے دو رکعت بھی ادا کرلے تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ادا فرمایا.

اگر کوئی چار رکعت ظہر سے پہلے اور چار رکعت ظہر کے بعد ادا کرے تو افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ **"جو چار رکعت ظہر سے پہلے اور**

چار رکعت ظہر کے بعد ادا کرنے کا پابند رہا اللہ تعالیٰ جہنم کو اس پر حرام ٹھہرا دیتے ہیں'' (امام احمد اور اصحاب سنن نے اس کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے).

یعنی ظہر کے بعد کی سنت مؤکدہ پر دو رکعت کا اضافہ کرلے کیونکہ ظہر کی سنت مؤکدہ چار رکعت فرض سے پہلے اور دو رکعت فرض کے بعد ادا کرنا ہے، لہذا اگر کوئی ظہر کی فرض کے بعد کی سنت مؤکدہ پر دو کا اضافہ اور کرلے تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بیان کردہ فضیلت اس کو حاصل ہوگی. اللہ ہی توفیق کا مالک ہے.

وصلی اللہ علی نبینا محمد بن عبداللہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ

باحسان الی یوم الدین.

مریض کی نماز کا طریقہ

علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے قاصر ہو وہ بیٹھ کر ادا کرے اور اگر بیٹھ کر بھی ادا نہ کر پائے تو پہلو کے بل لیٹ کر قبلہ رو نماز ادا کرے، اور مستحب ہے کہ سیدھی کروٹ لیٹ کر ادا کرے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو پیٹھ کے بل لیٹ کر ادا کرے، کیونکہ رسول ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **''کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کرو اور اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرو''** بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور نسائی نے اس جملے کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **''اگر پہلو کے بل لیٹنے کی قدرت نہ ہو تو پیٹھ کے بل لیٹ کر ادا کرو''**.

اور جو قیام کرنے پر قادر ہو لیکن رکوع اور سجدہ کرنے سے عاجز ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا بلکہ وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اور اشارے سے رکوع ادا کرے، پھر بیٹھ جائے اور اشارے سے سجدہ کرے کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب

کھڑے رہا کرو) (سورۃ البقرۃ:۲۳۸) اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے: ''کھڑے ہوکر نماز ادا کرو'' اور اس آیت کا عمومی مفہوم بھی اسی پر دلالت کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو'' (التغابن:۱۶).

اگر مریض کی آنکھ میں بیماری ہوتو قابل اعتماد ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق وہ پیٹھ کے بل لیٹ کر نماز ادا کرے جس میں اس کے علاج کے لئے آسانی ہے، اور اگر نہ بھی ہوتب بھی وہ پیٹھ کے بل لیٹ کر ادا کرے.

اور جو رکوع اور سجدہ نہ کرسکے وہ ان کو اشارے سے ادا کرے اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے، اور اگر وہ رکوع کرسکتا ہو اور سجدہ سے عاجز ہوتو وہ رکوع کرے اور سجدہ کو اشارے سے ادا کرے. اور اگر وہ پیٹھ نہ جھکا سکے تو گردن جھکا لے. اور اگر کسی کی پیٹھ کمان کی طرح جھکی ہو گویا وہ رکوع ہی میں ہوتو ایسا آدمی رکوع کے وقت کچھ اور جھک جائے اور سجدہ کے لئے زمین سے جتنا قریب ہونا ممکن ہو اتنا ہوجائے. اور اگر کوئی سر کے اشارے سے بھی ان کو ادا کرنے پر قادر نہ ہوتو صرف زبان اور نیت سے ان

کو ادا کرے، مذکورہ دلائل کی روشنی میں جب تک مریض کے ہوش وحواس قائم ہیں نماز کسی بھی صورت میں اس سے معاف نہیں ہوگی.

اور جو مریض قیام یا رکوع یا سجدہ یا جلوس یا اشارہ کرنے سے عاجز رہا اور دوران نماز اس کو مذکورہ اعمال میں سے کسی کو ادا کرنے کی طاقت حاصل ہوگئی تو ایسا شخص بقیہ نماز کو برقرار رکھتے ہوئے جس عمل کی قدرت ملی ہو اس کو ادا کرے اور بقیہ نماز کو مکمل کرے. اسی طرح اگر کوئی نماز کو بھول جائے یا اس کو چھوڑ کر سو جائے تو اس پر لازمی ہے کہ اٹھنے پر یا یاد آنے پر اس کو فوری ادا کرے. اس کے لئے جائز نہیں کہ اگلی نماز کے وقت تک اس کو مؤخر کر کے ادا کرے کیونکہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جو نماز چھوڑ کر سو جائے یا بھول جائے وہ اس کو یاد آ جانے پر ادا کرے. اس کے لئے یہی کفارہ ہے'' (متفق علیہ) اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَاَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ) (طہ:۱۴).

کسی بھی صورتحال میں ترکِ نماز جائز نہیں بلکہ مکلّف انسان پر ضروری ہے کہ وہ صحت کے ایام سے زیادہ مرض کے ایام میں نماز کی

پابندی کرے، مرض ہونے کے باوجود اگر وہ ہوش وحواس میں ہے تو اس پر لازم ہے کہ فرض نماز کو حسب طاقت اس کے وقت میں ادا کرے، وقت سے ہٹا کر نہ پڑھے۔ اگر کوئی صاحب عقل، مکلّف، ترکِ نماز کے حکم سے باخبر، نماز کی ادائیگی کی طاقت رکھنے والا چاہے وہ اشارے سے ہی ادا کرنے پر قادر ہو، جانتے بوجھتے نماز چھوڑ دے تو اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک وہ کافر ہو گیا کیونکہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: **"ہمارے اور ان کے درمیان نماز ہی کا عہد ہے، لہذا جو اس کو چھوڑ دے وہ کفر میں پہنچ گیا"** (ابن ماجہ وترمذی)۔

اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے **"معاملہ کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی اللہ کے راستہ میں جہاد ہے"** (ترمذی و احمد)۔

اگر مریض کو ہر نماز اس کے وقت پر پڑھنے میں مشقت ہو تو ظہر اور عصر کو اور اسی طرح مغرب اور عشاء کو حسب سہولت جمع تقدیم یا جمع تاخیر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ چاہے تو وہ عصر کو مقدم کر کے ظہر کے ساتھ پڑھ لے یا

ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ پڑھ لے. اسی طرح عشاء مقدم کر کے مغرب کے ساتھ ادا کر لے یا مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ادا کر لے. البتہ فجر کی نماز نہ عشاء کے ساتھ مقدم کی جا سکتی ہے اور نہ ظہر کے ساتھ مؤخر کی جا سکتی ہے اس لئے کہ اس کا وقت ان دونوں سے جدا ہے[۱].

یہ چند باتیں تھیں جو مریض کی طہارت اور اس کے نماز سے متعلق تھیں. اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ تمام مسلمان مریضوں کو شفا عطا فرمائے اور ان کے گناہوں سے انہیں پاک وصاف کر دے اور ہم سب کو دنیا وآخرت میں عافیت اور عفو ودرگذر سے نوازے. بیشک وہ بڑا ہی سخاوت کرنے والا داتا ہے.

*****

(۱) اسی طرح نمازِ عصر کے ساتھ نمازِ مغرب جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے (مترجم)

رمضان کے روزے اور قیام لیل کی فضیلت

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی جانب سے یہ رسالہ ہر اس مسلمان کے لئے ہے جو اس کو دیکھے. اللہ مجھے اور ان سب کو اہل ایمان کے راستہ پر چلائے اور مجھے اور ان کو کتاب وسنت کی سمجھ کی توفیق عطا فرمائے. آمین.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. امابعد: یہ مختصر سی نصیحت ہے جو ماہ رمضان میں روزے رکھنے اور قیام لیل ادا کرنے اور نیک اعمال کی ادائیگی میں سبقت کرنے کی فضیلت سے متعلق ہے، اور کچھ اہم احکام بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی اطلاع بعض لوگوں کو نہیں ہے.

رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ رمضان کی آمد کی خوشخبری اپنے صحابہ کو سناتے اور یہ خبر دیتے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں رحمت اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے. چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: **"جب رمضان کی پہلی رات شروع ہوگئی تو جنت کے دروازے کھول**

دیئے گئے اور کوئی دروازہ بند نہیں رکھا گیا اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے اور کوئی دروازہ کھلا نہیں چھوڑا گیا اور شیاطین کو جکڑ دیا گیا اور ایک منادی پکارتا ہے؛ اے خیر کے چاہنے والے! آگے بڑھ، اور اے برائی کے چاہنے والے! رک جا، اور اللہ کی طرف سے جہنم سے بہت لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے اور یہ ہر رات ہے'' (ترمذی حدیث نمبر ۶۸۲، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۶۴۲).

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''ماہ رمضان، ماہ مبارک تمہارے پاس آپہنچا، اللہ تم پر مہربان ہو کر اپنی رحمت کو برساتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے اور دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اور اس میں نیکیوں میں تمہارے سبقت کرنے کو اللہ دیکھتے ہیں اور اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتے ہیں، لہذا اپنی طرف سے خیر و بھلائی اللہ کے سامنے پیش کرو، کیونکہ بد بخت وہی ہے جو اس ماہ میں اللہ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا'' (مجمع الزوائد ۳/۱۴۲ میں حافظ ہیثمی نے اس حدیث کو طبرانی سے نقل کیا ہے) اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کیلئے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے، اور جس نے ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب

کے لئے رمضان کا قیام کیا اس کے بھی تمام گناہ معاف کردئے گئے، اور جس نے ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کے لئے شب قدر کا قیام کیا اس کے بھی تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے" (متفق علیہ).

اور مزید آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان کے ہر عمل کا بدلہ اس کے لئے ہے، ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزے کے، پس وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ عطا کروں گا۔ اس نے اپنی شہوت اور کھانا پینا میری خاطر چھوڑا، روزے دار کے لئے دو مسرتیں ہیں: ایک مسرت اس کے افطار کے وقت اور دوسری مسرت اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی، روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے پاس مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے"** (متفق علیہ).

رمضان میں روزے اور قیام کی فضیلت بیان کرنے والی بہت ساری احادیث وارد ہیں، لہذا مومن کو چاہئے کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائے اور ماہِ رمضان کو پانے کی اللہ نے جو سعادت اس کو بخشی ہے اس کو غنیمت جانتے ہوئے نیکیوں کے لئے آگے بڑھے اور برائیوں سے بچے اور

اللہ کے فرائض ادا کرنے میں اور خصوصاً پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے، اس لئے کہ نماز اسلام کا ستون ہے اور شہادتین کے بعد سب سے عظیم ترین فریضہ ہے. ہر مسلمان مرد اور عورت پر ان نمازوں کی پابندی خشوع واطمینان سے ان کے اوقات میں ان کو ادا کرنا واجب ہے اور مردوں کے حق میں تو یہ اہم ترین واجب ہے کہ وہ ان کو اللہ کے ان گھروں میں پہنچ کر ادا کریں جن میں اس کا نام اور اس کا ذکر بلند کیا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوْا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ﴾ (اور نمازوں کو قائم کرو اور زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) (البقرۃ:۴۳).

اور نیز فرمایا: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلاَةِ الْوُسْطٰى ﴾ (نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیان والی نماز کی) (البقرۃ:۲۳۸).

اور فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾ (یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو

اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں) یہاں تک ارشاد ہوا :

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ* أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ* الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾

(جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے. (المؤمنون:۱-۱۱).

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **''ہمارے اور ان کے درمیان میں جو عہد ہے وہ ہے نماز، پس جو اس کو چھوڑ دے وہ کافر ہے''** (احمد، ترمذی، ابن ماجہ).

نماز کے بعد اہم ترین فریضہ زکاۃ کی ادائیگی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكوٰةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر، اور نماز کو قائم رکھیں اور زکاۃ دیتے رہیں) (البینۃ:۵).

اورفرمایا: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وآتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾(نماز کی پابندی کرو، زکاۃ ادا کرو، اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے) (النور:٥٦).

اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ جوزکاۃ ادانہ کرے قیامت کے دن اس کو اسی مال سے عذاب دیا جائے گا.

اور نماز وزکاۃ کے بعد اہم فریضہ رمضان کے روزے ہیں ،اور یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے جس کو آپ ﷺ نے بیان فرمایا: **''اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں؛اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا،اورزکاۃ ادا کرنا،اور رمضان کے روزے رکھنا،اور بیت اللہ کا حج کرنا''** (متفق علیہ).

لہذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز اور روزوں کو حرام اقوال واعمال سے بچائے اس لئے کہ روزوں سے اللہ کی فرمانبرداری،اس کی حرمتوں کی تعظیم اور اللہ کی اطاعت میں نفس کے خلاف مجاہدہ اور اللہ کے حرام

کردہ چیزوں پر صبر کرنے کی عادت پیدا کرنا مقصود ہے. صرف کھانے اور پینے اور دیگر روزے کو توڑنے والی چیزوں سے رک جانا مقصود نہیں. اسی وجہ سے صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''روزہ ایک ڈھال ہے اور جب تم میں کوئی روزہ دار ہو تو نہ وہ شہوت کا کوئی کام کرے اور نہ گالی گلوچ کرے، اور اگر اسکو کوئی گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں'' (بخاری).

اور یہ حدیث بھی صحیح ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: **''جو جھوٹی بات، جھوٹا عمل اور جہالت کو نہ چھوڑے اللہ کو اس کے کھانے اور پینے کو چھوڑنے سے کوئی غرض نہیں''** (بخاری).

لہذا مذکورہ اور دیگر احادیث سے معلوم ہوا کہ روزے دار پر واجب ہے کہ اللہ کی تمام حرام کردہ باتوں سے اپنے آپ کو بچائے اور تمام واجبات کی پابندی کرے اور اس کے ساتھ اس کی مغفرت، جہنم سے آزادی اور روزہ اور قیام کی قبولیت کی امید بھی رکھے.

چند اہم احکام کا بیان جو بعض لوگوں پر مخفی ہیں

۱-مسلمان پر واجب ہے کہ وہ روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کے حصول کے لئے رکھے، ریا کاری، شہرت لوگوں کی تقلید اور اپنے بستی والوں کی خاطر نہ رکھے. بلکہ اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھنے پر آمادہ کرنے والی بات اس کا ایمان ہو اور اسی طرح اپنے رب سے اس روزے کے ذریعہ اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھے اور قیام لیل میں بھی دونوں باتوں کو مد نظر رکھنا واجب ہے، کسی اور مقصد کو جگہ نہ دے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **''جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کے لئے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے، اور جس نے رمضان کا قیام ایمان کے ساتھ اور ثواب کے حصول کے لئے کیا اس کے بھی تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے، اور جس نے شب قدر کا قیام ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کے لئے کیا اس کے بھی تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے''** (متفق علیہ).

۲-جن باتوں کا حکم بعض لوگوں پر مخفی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ

بسا اوقات کسی زخم کا خون یا نکسیر یا قئے اور پانی یا پٹرول بغیر اختیار کے حلق تک پہنچ جاتا ہے. ان تمام باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر کسی نے عمداً قئے کیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"جس کو بے اختیار قئے آ گئی اس پر کوئی قضاء نہیں اور جس نے عمداً قئے کی اس پر قضاء ہے"** (مسند احمد، ابن ماجہ).

۳- کبھی روزے دار جنابت کے غسل کو طلوع فجر تک مؤخر کر دیتا ہے اور اسی طرح بعض عورتیں حیض و نفاس سے پاکی کے غسل کو فجر تک مؤخر کر دیتی ہیں اگر اس عورت نے طلوع فجر سے پہلے پاکی دیکھ لی تو اس پر روزہ لازم ہوگا. اور اس صورت میں فجر کے طلوع ہونے کے بعد بھی غسل کر سکتی ہے مگر سورج کے طلوع ہونے تک غسل کو مؤخر کرنا اس کے لئے جائز نہیں، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ غسل کر کے طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز ادا کر لے. اسی طرح جنبی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ طلوع شمس کے بعد جنابت کا غسل کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ غسل کرے اور طلوع شمس سے پہلے نماز فجر کو ادا کر لے، اور مرد پر جلدی غسل کرنا واجب ہے تا کہ فجر کی

نماز باجماعت ادا کر سکے.

۴-جن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: خون ٹیسٹ کروانا ،غذا کے انجکشن کے علاوہ کوئی دوائی کا انجکشن لگوانا لیکن اگر اشد ضرورت نہ ہوتو افطار تک مؤخر کرنا احوط واولیٰ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: **''جس میں شبہ ہے اس کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جس میں تم کو شبہ نہ ہو''** (مسند احمد ونسائی).

نیز آپ ﷺ نے فرمایا **''جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا''** (متفق علیہ).

۵- جن کا حکم بعض لوگوں پر مخفی ہے: نماز میں عدم اطمینان، چاہے فرض ہو یا نفل، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث یہ واضح کرتی ہیں کہ نماز کے اندر اطمینان نماز کا رکن ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اس سے مراد نماز میں ٹھہراؤ، خشوع وخضوع اور اطمینان کے ساتھ ادائیگی ہے یہاں تک کہ ہر جوڑ اس کی جگہ واپس لوٹ جائے.

بہت سارے لوگ رمضان میں تراویح بغیر شعور کے اور بغیر اطمینان کے بلکہ کوّے کے ٹھونگ مارنے کی طرح ادا کرتے ہیں اور ایسی نماز حقیقت

میں باطل ہے بلکہ اس طرح ادا کرنے والے کے حصے میں ثواب کی جگہ گناہ حاصل ہوگا.

اسی طرح بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیس رکعات سے کم تراویح پڑھنا جائز نہیں اور اس کے برخلاف کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گیارہ یا تیرہ رکعت سے زیادہ ادا کرنا جائز نہیں، حالانکہ یہ دونوں طرح کے خیالات غلط ہیں جو دلائل کے مخالف ہیں. صحیح احادیث یہ بتلاتی ہیں کہ رات کی نماز کی تعداد میں وسعت ہے. اس میں کوئی مخصوص تعداد کی حد بندی نہیں کی گئی جس کی خلاف ورزی نہ کی جاسکے. بلکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے رات میں کبھی گیارہ رکعت ادا فرمائی، کبھی تیرہ اور کبھی اس سے بھی کم ادا فرمائی، رمضان میں اور دوسرے اوقات میں بھی.

اور جب آپ سے رات کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **''دو دو رکعت ادا کرو اور جب تمہیں صبح کا خدشہ ہو تو ایک رکعت ادا کرلو جو تمہاری نماز کے لئے وتر بن جائے گی''** (متفق علیہ).

چنانچہ آپ ﷺ نے متعین رکعات کی حد بندی نہیں فرمائی نہ رمضان

کے لئے اور نہ دوسرے اوقات کے لئے. اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ نے بعض اوقات تیئیس رکعات اور بعض اوقات گیارہ رکعات ادا فرمائی جس کا ثبوت عمر رضی اللہ عنہ سے اور آپ کے دور میں صحابہ سے موجود ہے. سلف صالحین میں سے کچھ چھتیس رکعات اور تین وتر رمضان میں ادا کرتے تھے اور کچھ اکتالیس رکعات ادا کرتے تھے. شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دوسروں نے بھی اہل علم سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس معاملہ میں وسعت رکھی گئی ہے اور نیز فرمایا کہ جو قراءت، رکوع اور سجود کی طوالت میں تخفیف کرے تو اسے چاہئے کہ رکعات کی تعداد میں اضافہ کرلے. آپ نے جو کلام نقل کیا ہے اس کا یہی مفہوم ہے.

اور جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر غور کرے اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس پورے معاملہ میں افضل یہی ہے کہ گیارہ رکعات ادا کی جائیں چاہے رمضان ہو یا کوئی اور وقت، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اوقات کے عمل کے موافق ہے، اور نیز اس میں مصلیوں کے لئے آسانی بھی ہے، اور یہ خشوع واطمینان کا باعث بھی ہے، لیکن جو اس سے زیادہ ادا کرنا چاہے وہ بغیر کسی

حرج اور کراہیت کے ادا کرسکتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا.

اور جو قیام رمضان کے لئے امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اس کے لئے افضل ہے کہ وہ اپنی نماز کو امام کے ساتھ مکمل کر لے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **"جب آدمی امام کے ساتھ اس کے ختم کرنے تک رات کی نماز ادا کرے تو اللہ اس کو پوری رات قیام کرنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں"** (احمد وترمذی).

اس ماہِ مبارک میں مختلف قسم کی عبادتوں کا ارادہ کرنا تمام مسلمانوں کے لئے مشروع ہے جیسے نفل نماز، تدبر وتفکر کے ساتھ قرآن کی تلاوت، ذکر واذکار وتسبیح وتحمید کی کثرت، دعائیں واستغفار، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، دعوت الی اللہ، فقراء ومساکین کی دلجوئی، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، رشتوں کا جوڑنا، پڑوس کا حق ادا کرنا، مریض کی مزاج پرسی کرنا وغیرہ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گذر چکا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: **"نیکیوں میں تمہارے سبقت کرنے کو اللہ دیکھتے ہیں اور اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتے ہیں لہذا اللہ کو اپنی جانب سے بھلائی کر دکھاؤ کیونکہ بدبخت وہ ہے جو اس ماہ میں اللہ کی رحمت سے محروم**

ہو جائے'' اور یہ بھی آپ سے روایت نقل کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''**جس نے اس ماہ میں کسی نیکی کے ذریعہ تقرب حاصل کیا اس نے گویا دوسرے اوقات میں کسی فریضہ کو انجام دیا اور جس نے اس میں کسی فرض کو ادا کیا گویا دوسرے اوقات میں ستر فرضوں کو ادا کیا**'' (ابن خزیمہ)

اور نیز آپ کا یہ فرمان بھی موجود ہے: ''**رمضان میں عمرہ کی ادائیگی حج کے برابر ہے**'' یا یہ فرمایا کہ ''**میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے**'' (متفق علیہ).

لہذا اس ماہ مبارک میں انواع واقسام کی نیکیوں کی ادائیگی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی مشروعیت کو بیان کرنے والی احادیث وآثار بکثرت موجود ہیں.

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کاموں کی توفیق دے جن میں اس کی رضامندی ہو، اور ہمارے صیام وقیام کو شرف قبولیت سے نوازے، اور ہمارے احوال کو درست کردے، گمراہ کن فتنوں سے بچائے رکھے، اور مسلمان حکمرانوں کی اصلاح فرمائے اور حق پر ان تمام کو جمع فرمادے، بے شک اس کو وہی انجام دے سکتا ہے اور اس پر وہی قدرت رکھتا ہے.

حج اور عمرہ سے متعلق چند علمی باتیں

حج اور عمرہ کا بیان

۱- ہر آزاد مکلّف اور صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ اور حج واجب ہے.

۲- علماء کے سب سے بہتر قول کے مطابق استطاعت کے حاصل ہوتے ہی فوری طور پر حج واجب ہو جاتا ہے.

۳- جس پر قرض ہو لیکن وہ قرض ادا کرنے اور حج کرنے (یعنی دونوں) کی استطاعت رکھے تو ایسے شخص پر حج واجب ہوگا.

۴- افضل یہ ہے کہ حج کی ادائیگی کے لئے قرض نہ لے.

۵- بے نمازی کا حج صحیح نہیں ہے، یہی حکم اس کا بھی ہے جو نماز پڑھتا تھا لیکن پھر اس کو چھوڑ دیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے، پس جو اس کو چھوڑ دے وہ کافر ہو گیا"** (احمد نے اور اہل سنن نے اس کو روایت کیا ہے).

۶- جس نے حرام مال سے حج کیا اس کا حج ادا ہو گیا کیونکہ حج کے

اعمال سب بدنی ہیں لیکن اس پر حرام کمائی سے توبہ کرنا ضروری ہے.

۷۔ بغیر محرم کے عورت کا حج ادا ہو جائے گا لیکن وہ گنہ گار ہوگی کیونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا اس کے لئے جائز نہیں گرچہ وہ عمرہ اور حج کا سفر ہی کیوں نہ ہو.

۸- اگر بچہ یا غلام حج کرلیں تو ان کا حج ادا ہوگا، لیکن یہ ان کا فرض حج شمار نہ ہوگا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"جو بچہ حج کرلے پھر وہ بلوغت کو پہنچ جائے تو وہ پھر سے دوبارہ حج کرے، اور جو غلام حج کرلے پھر آزاد ہو جائے وہ بھی دوبارہ حج کرے"** (ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے).

۹- صاحب استطاعت اگر حج کی ادائیگی کے بغیر فوت ہو جائے تو اس کے متروکہ مال سے اس کی طرف سے حج کروایا جائے چاہے اس نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو.

۱۰- جو بدنی صحت کا مالک ہو اس کی طرف سے فرض یا نفل حج بطور نیابت ادا نہیں کیا جاسکتا گرچہ وہ مالی اعتبار سے فقیر ہو، البتہ جو لاعلاج مرض

یا بڑھاپے کی بناء حج کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے اس پر لازم ہے کہ اگر وہ صاحب استطاعت ہو تو اپنے مال سے وہ فرض حج یا عمرہ کے لئے کسی کو نیابت سونپے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾ (اور اللہ کے لئے لوگوں پر جو راستے کی استطاعت رکھتے ہوں حج بیت اللہ فرض ہے) آل عمران: ۹۷.

۱۱- کسی کے نابینا ہونے کا عذر فرض یا نفلی حج کی نیابت سونپنے کے لئے تسلیم نہیں کیا جائے گا. اگر نابینا شخص مالی استطاعت رکھتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ خود ہی حج کرے، عمومی دلائل سے یہی حکم واضح ہے.

۱۲- جس نے اپنا فرض حج کر لیا ہو اس کے لئے افضل ہے کہ نفلی حج کا پیسہ وہ مجاہدین کے لئے خرچ کرے کیونکہ صحیح حدیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے نفلی حج پر جہاد کو مقدم کیا ہے.

۱۳. جس پر حج کی فرضیت ہو جائے اور اس پر قضاء یا کفارے کے روزے بھی ہوں تو وہ ان پر حج کو مقدم کرے.

۱۴. ہمارے علم کے مطابق ایک عمرے اور دوسرے عمرے کے

درمیان اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے البتہ اہل مکہ اگر فرض عمرہ سے فارغ ہو چکے ہیں تو ان کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ حدود حرم سے باہر نہ جائیں بلکہ نماز وطواف اور دوسری عبادات میں مشغول رہیں.

*****

میقات کا بیان

۱. ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث کی روشنی میں تمام عمرہ اور حج کرنے والوں پر میقات سے احرام باندھنا واجب ہے جب وہ اس پر پہنچیں یا برّی، بحری یا ہوائی راستوں سے اس کے برابر سے گزریں.

۲. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجۂ ذیل مواقیت کی تحدید فرمائی: ذوالحلیفہ، جحفہ، قرن المنازل، یلملم اور ذات عرق.

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے ذات عرق کو عراق والوں کے لئے میقات متعین فرمائی، درحقیقت آپ کا یہ اجتہاد سنت کی موافقت اختیار کر گیا. آپ کے اجتہاد کرتے وقت آپ کو یہ علم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کی تعیین فرما چکے ہیں، لہذا اس طرح آپ کی یہ تعیین سنت کے موافق بن گئی.

۳- جو بغیر احرام باندھے میقات پار کر لے اس پر واجب ہے کہ وہ میقات پر واپس جائے، اگر واپس نہ جائے تو اس پر ایک دَم لازم ہوگا. دَم سے مراد گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ یا قربانی کے شروط کے مطابق ایک بکرا یا بکری کی قربانی ہے.

یہ اس شخص کے لئے ہے جو حج (یا عمرہ) کا ارادہ لے کر میقات سے گزرے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے.

۴- مکہ میں رہتے ہوئے جس کا ارادہ حج کا ہو جائے وہ اپنی جگہ سے احرام باندھ لے، البتہ اگر عمرہ کا ارادہ ہو جائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی روشنی میں اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ حدود حرم کے باہر (حل) سے احرام باندھے.

۵- جو آدمی عمرہ یا حج کے ارادے کے بغیر مکہ جانا چاہے اس پر احرام کا باندھنا ضروری نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے باندھنے کو اس پر لازم کیا جو حج یا عمرہ یا دونوں کا ارادہ کیا ہو. عبادات تمام توقیفی ہیں کسی کو اس میں اختیار نہیں کہ اللہ و رسول نے جس کو واجب نہیں کیا اس کو واجب قرار دے اور جس کو انہوں نے حرام نہیں ٹھہرایا اس کو اپنی طرف سے حرام ٹھہرا دے.

البتہ جو حج فرض ہو جانے کے باوجود حج نہ کیا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ حج کے زمانہ میں کسی بھی میقات سے حج کا احرام باندھ لے، اور اگر

عمرہ نہ کیا ہو تو عمرہ کا احرام باندھ لے.

٦- جدہ کے باہر سے آنے والوں کے لئے جدہ میقات نہیں ہے بلکہ یہ صرف وہاں کے باشندوں کے لئے میقات شمار ہوگا یا پھر ان لوگوں کے لئے جو عمرہ یا حج کی نیت سے جدہ نہ پہنچے ہوں پھر اچانک انہوں نے وہاں پر رہتے ہوئے عمرہ یا حج کا ارادہ کرلیا ہو، البتہ جو عمرہ یا حج کے ارادہ سے پہنچے اور راستہ میں کوئی میقات اس کو نہ ملے تو ایسے شخص کے لئے جدہ سے احرام باندھنے کی اجازت ہوگی.

٧- حج کے مہینے یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن.

*****

احرام باندھنے کا بیان

۱- محرم کے لئے سنت ہے کہ وہ حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت زبان سے ادا کرے، اگر عمرہ کی نیت ہو تو کہے: (اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ عُمْرَةً) اور اگر حج کی نیت ہو تو کہے: (اَللّٰهُمَّ لَبَّيْك حَجًّا) اور اگر عمرہ اور حج دونوں کی نیت ہو تو کہے: (اَللّٰهُمَّ لَبَّيْك عُمْرة وحَجّاً). جو شخص قربانی کا جانور ساتھ لائے بغیر حج کے مہینوں میں آئے اس کے لئے افضل ہے کہ وہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھے اور اور پھر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے. رسول اللہ ﷺ نے اسی طریقہ کا حکم دیا اور صحابہ نے اس پر عمل کیا.

۲- چھوٹا لڑکا یا لڑکی جو سن تمیز کو نہ پہنچے ہوں ان کی طرف سے ان کا ولی (ذمہ دار) نیت کرے اور ان کی طرف سے تلبیہ کہے اور محرم جن چیزوں سے بچتا ہے ان سب چیزوں سے ان کو بھی بچائے اور ان کو لے کر طواف کرتے وقت ان کے کپڑوں کو صاف رکھے.

۳. اگر لڑکا اور لڑکی باشعور ہوں تو وہ اپنے ولی (ذمہ دار) کی اجازت سے احرام باندھیں اور بڑوں کی طرح تمام اعمال انجام دیں اور اگر

طواف وسعی سے وہ عاجز ہوں تو ان کو اٹھا کر کیا جائے اور ان کا ولی (چاہے وہ ان کے والدین ہوں یا کوئی اور) ہی ان دونوں کے حج کا ذمہ دار ہوگا.

۴. - نیابت کرنے والے کے لئے نیت کرنا ضروری ہے، اور جس کی طرف سے نیت کرے اس کا نام لینا ضروری نہیں ، ہاں اگر احرام باندھتے وقت اس کا نام لے لے تو افضل ہے.

۵- جو اپنی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے عمرہ یا حج کی نیت باندھ لے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوبارہ نیت بدلے.

٦- احرام باندھنے والے پر وضوء یا غسل کی طہارت شرط نہیں، اس بنا پر حیض ونفاس والی عورت بھی احرام باندھ سکتی ہے. ہاں تمام کے لئے غسل کرنا مستحب ہے. چونکہ حیض ونفاس والی عورتیں نماز نہیں پڑھ سکتیں لہذا ان خواتین کے علاوہ تمام کیلئے مستحب ہے کہ وہ فرض یا نفل نماز کے بعد احرام باندھیں.

۷- فریضۂ حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے حیض ونفاس والی عورتیں جب میقات پر پہنچیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھیں.

ہاں جو فریضۂ حج وعمرہ سے فارغ ہو چکی ہوں اور نفلی حج یا عمرہ ادا کرنا چاہتی ہوں تو ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ خیر کی چاہت اور اعمال صالحہ کی زیادتی کے لئے دوسری پاک عورتوں کی طرح وہ بھی حج اور عمرہ کا احرام باندھیں.

کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوىٰ﴾

''اور زادراہ اختیار کرو پس بہترین زادراہ تقوی ہے'' (سورۃ البقرہ: ۱۹۷).

اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہے کہ انہوں نے میقات پر محمد بن ابی بکر کو جنم دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو نہا کر احرام باندھنے کا حکم دیا. لہذا حیض ونفاس والی عورتیں پاکی حاصل کرنے کے بعد اپنے حج یا عمرہ کا طواف اور سعی کرلیں. اگر انہوں نے حج قران کا احرام باندھ لیا ہو (مگر قربانی کے جانور ساتھ نہ ہو) تب بھی ان کے لئے مشروع ہے کہ (اگر آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے پاک ہو جائیں تو) وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو کر بال کتر والیں اور حلال ہو جائیں، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو بقیہ حجاج کی طرح حج کا احرام باندھ لیں. اور اگر وہ طواف وسعی کے بعد بال نہ کٹوائیں اور احرام نہ کھولیں تو بھی جائز ہے، لیکن یہ خلاف سنت ہے کیونکہ

حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے جانور ساتھ نہ لانے والے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں.

حائضہ عورت کے لئے تلاوتِ قرآن جائز ہے کیونکہ تلاوت قرآن سے منع کئے جانے کے لئے کوئی صریح دلیل نہیں ہے مگر مصحف کو ہاتھ لگائے بغیر پڑھنا چاہئے. رہی یہ حدیث کہ ''حائضہ عورت اور جنبی شخص قرآن سے کچھ نہ پڑھیں'' تو یہ ضعیف ہے.

۸- عورت کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ حج ورمضان کی خاطر حیض کو روکنے والی دوالے اس شرط کے ساتھ کہ کوئی ماہر ڈاکٹر یہ بتائے کہ اس کے لینے میں کوئی نقصان نہیں.

۹- رسول اللہ ﷺ حج وعمرہ کی نیت اور تلبیہ اس وقت ادا کرتے جب سواری حرکت کرنے لگتی، لہذا میقات سے جب گاڑی حرکت کرنے لگے اس وقت حج وعمرہ کی نیت اور تلبیہ کہنا چاہئے. یہی صورتحال اس وقت بھی ہوگی جب آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ سے منی کی طرف روانگی ہونے لگے.

۱۰- احرام باندھتے وقت اگر ضرورت پیش آئے تو شرط لگالینی

چاہئے ، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب کا واقعہ مذکور ہے جس میں انہوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں حج کرنا چاہتی ہوں اور میں بیمار بھی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: **''حج کرو اور شرط لگالو کہ میرے حلال ہونے کی جگہ وہی ہوگی جہاں تو مجھے روک لے''** (متفق علیہ).

۱۱- احرام کی چادر پر خوشبو لگانا جائز نہیں . احرام باندھتے وقت بدن پر خوشبو لگانا سنت ہے، اور اگر کوئی چادروں پر لگالے تو وہ ان کو زیب تن نہ کرے جب تک کہ وہ ان کو نہ دھولے .

۱۲- احرام کی چادریں بدل کر دوسری نئی یا دھلی ہوئی چادریں پہننا جائز ہے .اسی طرح اگر ان چادروں میں میل کچیل لگ جائے تو ان کو دھونے میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر نجاست لگ جائے تو پھر اس کا دھونا واجب ہوگا .

۱۳- اگر کسی کے احرام پر زیادہ مقدار میں خون لگ جائے تو اس کا دھونا واجب ہے کیونکہ نجاست کو رکھتے ہوئے نماز نہیں پڑھی جاسکتی ہے . ہاں اگر عرف کے اعتبار سے تھوڑا سا خون لگا ہو تو کوئی حرج نہیں .

۱۴- جو تہبند نہ پائے وہ سروال پہن لے، اور جو چپل یا جوتا نہ پاسکے وہ موزے بغیر کاٹے ہی پہن سکتا ہے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں کاٹنے کا ذکر ہے وہ علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق منسوخ ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں لوگوں کو خطاب فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **''جو تہبند نہ پائے وہ سروال پہن سکتا ہے اور جو چپل یا جوتا نہ پائے وہ موزے پہن سکتا ہے''** اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹنے کا ذکر نہیں فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ کاٹنے کا حکم منسوخ ہو گیا.

۱۵-عورت کے لئے احرام کا کوئی خاص لباس نہیں ہے، وہ جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے، ہاں اس بات کا لحاظ رکھے کہ وہ بے حیائی، بے پردگی اور فتنے کی طرف دعوت دینے والا لباس نہ ہو، اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی نقاب اور دستانوں کے ماسوا اور طریقوں سے چھپائے.

۱۶- علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حج کی تین قسموں میں سے کسی کا بھی احرام باندھنا صحیح ہے. لہذا جس نے کسی ایک کا احرام باندھ لیا اس نے ٹھیک کیا اور جنہوں نے افراد اور قران کے منسوخ ہونے کا

ذکر کیا ہے دراصل وہ قول باطل ہے. اس میں شک نہیں کہ علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق جو قربانی کے جانور کو اپنے ساتھ نہ لے چلے اس کے لئے تمتع افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں جو قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر چلے اس کے لئے قران افضل ہے.

۱۷- جو حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچ جائے اور پھر وہ اسی سال حج افراد کی نیت سے حج کرے تو اس کا حکم افراد کرنے والے کا ہوگا اور اس پر تمتع کی قربانی لازم نہیں آئے گی. علماء کی ایک جماعت جس میں عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما شامل ہیں ان کا یہی قول ہے. ہاں، اگر وہ مدینہ، جدہ یا طائف جیسے شہروں کا سفر کرنے کے بعد اگر پھر حج کا احرام باندھ کر واپس چلے تو علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق ایسا شخص تمتع ہی کر سکتا ہے اور اس پر تمتع کی قربانی لازم آئے گی.

۱۸- جو شخص حج افراد کا احرام باندھ کر چلے اس کے لئے مشروع ہے کہ وہ اس احرام کو عمرہ میں بدل لے یعنی حج تمتع کی نیت کر لے، اسی طرح وہ شخص جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے بغیر قران کی نیت کرے

اس کے لئے بھی یہی مشروع ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ میں بدل لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ مذکورہ دونوں افراد کے لئے تمتع کا حکم ہوگا.

۱۹- جس نے پہلے تمتع یا قران کی نیت کی ہو اور میقات پہنچ کر وہ اگر افراد کا احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حج وعمرہ کی ابتدا احرام سے ہوتی ہے. احرام باندھنے سے پہلے جو بھی نیت تھی وہ لازم نہیں ہوگی، لہذا ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں.

۲۰- اس کے برعکس جس نے میقات سے قران یا تمتع کا احرام باندھ لیا ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کو افراد میں تبدیل کرے. چنانچہ اس مسئلہ کی وضاحت پہلے آچکی ہے.

۲۱- جو عمرہ کا احرام باندھ لے اور پھر عمرہ ادا نہ کرے اس پر توبہ ضروری ہے اور فوری طور پر عمرہ کی ادائیگی لازم ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (اللہ ہی کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو) (البقرۃ:۱۹۶).

اور اگر اس دوران اس نے مجامعت کر لی ہو تو اس پر ایک قربانی لازم ہوگی جس کو مکہ میں قربان کرنے کے بعد اس کے گوشت کو فقراء پر تقسیم کیا جائے، اور عمرہ کی عبادت کی بھی تکمیل کرے. آیت کے عموم سے یہی واضح ہے. اور مزید یہ کہ اس عمرۂ فاسدہ کے بدلے وہ میقات سے دوبارہ احرام باندھ کر پھر سے عمرہ کرے، اور اگر بیوی اس معاملہ میں مجبور نہ تھی تو اس پر بھی مذکورہ باتیں لازم ہونگی اور اللہ کے حضور توبہ بھی ضروری ہوگی.

*****

محظورات احرام کا بیان
(احرام کی حالت میں جن کاموں کا کرنا منع ہے)

۱- محرم اپنی جلد سے اور نہ اپنے ناخن سے اور نہ اپنے بال سے کچھ لے یہاں تک کہ (تحلل اول) یعنی حلال ہونے کی پہلی حالت پر پہنچ جائے(۱).

۲- ہلکی خوشبو والے صابن کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نہ وہ خوشبو میں شمار ہے اور نہ اس سے لگنے والی چیز خوشبودار کہلاتی ہے. اس میں جو اچھی بو پائی جاتی ہے اس سے انشاء اللہ کوئی نقصان نہیں، ہاں اگر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کا استعمال نہ کرے تو بہت بہتر ہے.

۳- مہندی چونکہ خوشبو میں داخل نہیں ہے اس لئے محرم مرد یا عورت اس کو استعمال کر سکتے ہیں.

۴- تولیہ، بیلٹ اور نقدی وغیرہ رکھنے کے لئے بیگ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں.

۵- محرم عورت اپنے پیروں کو چھپانے کے لئے موزے پہن سکتی ہے،

---

(۱) تحلل اول سے مراد دسویں کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد کی حالت ہے (مترجم)

چاہے وہ کپڑے کے ہوں یا چمڑے کے، لیکن نقاب اور دستانوں کا استعمال نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے محرم عورت کو ان دونوں کے استعمال سے منع فرمایا. البتہ وہ اپنے چہرے کو نقاب کے ماسوا کسی اور طریقے سے چھپائے، اسی طرح ہاتھوں کو بھی دستانوں کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے چھپائے.

٦-عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے دوپٹہ کو چہرے پر باندھے بغیر اوپر سے لٹکا لے، باندھنا مشروع نہیں. ہاں اگر اس صورت میں دوپٹہ چہرہ سے مس بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، اجنبی مرد کی موجودگی میں تو اس پر چہرہ کا چھپانا ضروری ہے، لیکن نقاب اور دستانوں کے استعمال سے بچے جس طرح اوپر بیان کیا جا چکا.

٧- جس نے (تحلل اول) کی پہلی حالت پر پہنچنے سے پہلے ہی اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہو اس کا اور اس کی بیوی دونوں کا حج باطل ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے حج کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ایک اونٹ کی قربانی دے، اور جو اس سے عاجز ہو وہ اس کے بدلہ دس روزے رکھے، اور استطاعت کی صورت میں اگلے سال وہ پھر سے حج

کرے اور اللہ سے استغفار اور توبہ کرے.

۸- اور جو تحلل اول کے بعد مگر تحلل ثانی [۱] سے پہلے اپنی بیوی سے صحبت کرلے اس پر اور اس کی بیوی پر (اگر وہ اس معاملہ میں رضامند تھی) ایک بکری یا ایک اونٹ (یا گائے) میں سے ساتویں حصہ کی قربانی لازم ہوگی اور اس سے عاجز ہونے کی صورت میں دس روزے رکھنا ہوگا.

۹- اور جو طواف افاضہ سے پہلے یا طواف کے بعد سعی سے پہلے صحبت کرلے اس پر بھی ایک قربانی لازم ہوگی.

۱۰- جس نے تحلل اول کے بعد مگر تحلل ثانی سے پہلے جماع کے سوا کسی اور طریقے سے عمداً منی کا انزال کیا ہو اس پر کوئی چیز واجب نہیں، اگر وہ تین روزے رکھ لے یا ایک قربانی دے دے یا ایک مسکین کو آدھا صاع کے حساب سے چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو بہتر ہے تاکہ جن علماء نے اس صورت میں فدیہ واجب ہونے کی رائے پیش کی ہے اس کے مطابق عمل ہو جائے، اور یہ احتیاط کا تقاضہ بھی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

(۱) تحلل ثانی سے مراد دسویں کو طوافِ افاضہ کرنے کے بعد کی حالت ہے (مترجم).

''جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو اور اپنی آبرو کو بچا لیا''.

۱۱- جس کو حالت احرام میں خود ہی احتلام ہو جائے اس پر سوائے غسل کے کچھ نہیں.

*****

فدیہ کا بیان

۱- اگر محرم بھولے سے یا جہالت سے اپنے ناخن کاٹ لے یا بغل کے بال یا زیر ناف کے بال صاف کرلے یا اپنی مونچھیں کتر لے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے جب بندہ نے دعا کی: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (اے ہمارے رب تو ہم پر مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں) (البقرہ: ۲۸۶) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "**قبول کیا**" (مسلم) اسی طرح صاحب جبہ کی حدیث (آگے ذکر کی جارہی ہے) میں بھی ذکر ہے.

۲- جس نے حالت احرام میں بھولے سے یا جہالت سے احرام کی چادر کو اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لئے مذکورہ دلیل کی روشنی میں اس پر ضروری ہے کہ جیسے ہی علم ہو جائے یا یاد آجائے فوری طور پر ان کو اتار دے اور اس پر کوئی فدیہ نہ ہوگا.

اور بخاری و مسلم میں (صاحب جبہ) کی یہ حدیث بھی مذکور ہے کہ **ایک شخص نے احرام کی حالت میں جبہ زیب تن کرلیا اور خوشبو بھی لگالی اور**

رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
''**خوشبو کا اثر زائل کرنے کے لئے تین مرتبہ دھولو اور جبہ اتار دو**'' اور اس کی جہالت کی وجہ سے آپ نے اس کو فدیہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا.

*****

حرم میں شکار کا بیان

۱- ادلہ شرعیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نیکیوں کا ثواب دس گنا بڑھا دیا جاتا ہے خصوصًا فضیلت والے اوقات میں جیسے ماہ رمضان میں اور ذی الحجہ کے دس دنوں میں اور اسی طرح فضیلت والی جگہوں میں جیسے حرمین شریفین میں، اور اکثر علماء کی رائے کے مطابق گناہوں کی سزا اس کی گنتی کے برابر ہی ہوگی، ہاں اس کی کیفیت میں زیادتی کی جائے گی، کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلاَ يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا) (الأنعام:١٦٠).

۲- حرم مکی میں جو الحاد کا ارادہ کرے اس کے لئے دردناک عذاب کی دھمکی ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے) (الحج:٢٥).

مکہ میں داخل ہونے کا بیان

۱. نبی کریم ﷺ نے باب السلام سے داخل ہونے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ اس سے داخل ہوئے تھے. اگر کوئی آسانی کے ساتھ وہاں سے داخل ہو سکے تو بے شک یہ افضل ہے ورنہ کسی بھی دروازہ سے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں.

۲. حالتِ احرام میں محرِم اپنے کندھے کو ڈھانکے رکھے، صرف طوافِ قدوم میں اضطباع کرتے ہوئے اپنے دائیں کندھے کو کھولے اور طواف ختم ہونے کے بعد اپنے کھلے کندھے کو اپنی چادر سے چھپالے.

اضطباع کا معنی ہے کہ اپنی چادر کے درمیانی حصہ کو دائیں کندھے کے نیچے کر لینا اور اس کے دونوں کناروں کو اپنے بائیں کندھے پر ڈال لینا. یہ کیفیت طواف کے اختتام تک رکھے پھر جب طواف کی دو رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنے دونوں کندھوں کو ڈھانک لے.

۳. طواف کے ہر چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کو چھونا مشروع ہے، اسی طرح یہ مستحب ہے کہ بغیر مشقت کے ممکن ہونے پر حجر اسود کو بوسہ

دے یا داہنے ہاتھ سے چھو لے۔ مشقت اور بھیڑ ہونے کی صورت میں اس طرح کرنا مکروہ ہے، حجر اسود کے لئے ہاتھ سے یا کسی لکڑی سے اشارہ کرنا اور تکبیر کہنا مشروع ہے، اب رہی بات رکن یمانی پر اشارہ کرنے کی تو اس کے لئے ہمارے علم کے مطابق کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اگر حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے یا کسی لکڑی سے اس کو چھو کر اس کو چوم لے، یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

۴-طواف کرنے والے کے لئے مشروع ہے کہ طواف کے بعد وہ مقام ابراہیم کے پیچھے آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں دو رکعت ادا کرے، وہاں ممکن نہ ہو تو مسجد کے کسی بھی حصہ میں ادا کرلے۔

۵- اہل علم کے درمیان یہ معروف ہے کہ اگر کوئی دو یا اس زائد طواف مسلسل کرلے پھر ہر طواف کے لئے دو دو رکعت ادا کرلے تو جائز ہے۔

۶-علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق طواف کے صحیح ہونے کے لئے وضوء شرط ہے اور یہی اکثر علماء کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب طواف کا ارادہ فرمایا تو آپ نے وضوء کیا، پھر جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے

اس سلسلہ میں مروی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت مسند احمد میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"کعبہ کا طواف نماز ہے صرف فرق یہ ہے کہ اس میں اللہ نے بات کرنے کی اجازت دی ہے"**.

لہذا اگر کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو بنانے کے بعد نماز کی طرح پہلے چکر سے اپنے طواف کو شروع کرے، چاہے وہ طواف فرض ہو یا نفل.

۷- راجح بات یہ ہے کہ اگر خون آگے اور پیچھے کی شرمگاہوں کے علاوہ کسی اور مقام سے تھوڑی سی مقدار میں نکل جائے تو نماز کی طرح طواف بھی متأثر نہ ہوگا.

۸- نفاس والی عورتیں اگر چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائیں تو ان کے لئے طواف وغیرہ سب جائز ہوگا. نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں البتہ زیادہ کی حد چالیس دن ہے، اگر چالیس دن تک بھی پاکی حاصل نہ کرے تو غسل کر کے روزہ، نماز، طواف وغیرہ کر سکتی ہے اور اسی طرح شوہر کے لئے بھی حلال ہوگی، البتہ استحاضہ والی عورت کی طرح ہر نماز کے لئے وضوء کرے جب تک کہ مکمل طور پر خون بند نہ ہو جائے.

۹- جس نے نماز کی ادائیگی کے لئے طواف کو روک دیا تو نماز کے بعد وہیں سے طواف شروع کرے جہاں روکا تھا، اور علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق پھر اول چکر سے طواف کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر احتیاطی طور پر اختلاف سے بچتے ہوئے پہلے چکر سے شروع کر لے تو انشاء اللہ بہتر ہے.

بچہ کو اٹھائے ہوئے جو طواف اور سعی کرے وہ اپنی نیت کے ساتھ بچہ کی طرف سے بھی نیت کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جب ایک عورت نے بچہ کے بارے میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس کے لئے بھی حج ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: **"ہاں اور تمہارے لئے اجر ہے"**. (مسلم) آپ نے اس بچہ کے لئے الگ سے طواف اور سعی کا حکم نہیں فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بچہ کو لے کر طواف اور سعی کرنے سے دونوں کی طرف سے طواف اور سعی شمار ہوگی.

۱۰- حاجی اور معتمر اور دوسروں کے لئے بھی مستحب ہے کہ زمزم کا پانی میسر ہونے پر اس کو پئیں اور اس سے وضوء کرنا بھی جائز ہے، اسی طرح اگر ضرورت پڑ جائے تو استنجاء اور غسلِ جنابت کے لئے بھی اس کا استعمال

ممکن ہے.

رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی ابل پڑا تو لوگوں نے اس پانی کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے لیا، اس کو پینے کے لئے، وضوء کرنے کے لئے، کپڑا دھونے کے لئے اور استنجاء کرنے کے لئے لیا. اگر زمزم کا پانی رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوئے پانی کے برابر نہیں ہے تو اس سے زیادہ مرتبہ والا بھی نہیں. بہر حال دونوں ہی مبارک پانی ہیں.

۱۱- زمزم کے پانی کو بیچنا اور مکہ سے منتقل کرنا جائز ہے.

۱۲- نوافل کی کثرت اور طواف کی کثرت کے مابین افضلیت پر اختلاف ہے، راجح بات یہ ہے کہ مسافر کبھی اس کو زیادہ کرے اور کبھی اس کو، اور بعض اہل علم کی رائے ہے کہ مسافر کے لئے کثرتِ طواف افضل ہے اور مقامی شخص کے لئے کثرتِ نماز افضل ہے. بہر حال اس معاملہ میں وسعت ہے جو چاہے اختیار کیا جائے. الحمدللہ.

۱۳- جو فجر کے بعد یا عصر کے بعد حرم میں داخل ہو وہ سبب والی نماز

جیسے تحیۃ المسجد اور طواف کی سنتوں کے علاوہ کوئی سنت ادا نہ کرے.

۱۴- سعی کا پہلا چکر شروع کرتے ہوئے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰه﴾ (البقرۃ:۱۵۸) آیت پڑھنا مشروع ہے. البتہ اس کی تکرار کے مستحب ہونے کے لئے میرے علم کے مطابق کوئی دلیل نہیں.

۱۵- صفا اور مروہ کی پہاڑی پر چڑھنا ضروری نہیں، ان دونوں کے درمیان سعی کر لینا کافی ہے لیکن ممکن ہونے پر اس پر چڑھنا سنت اور افضل ہے.

۱۶- اوپری منزلوں پر سعی کرنا نچلی منزل پر سعی کرنے ہی کی طرح درست ہے، کیونکہ اوپری حصہ نچلے حصہ کے تابع ہے.

۱۷- راجح یہ ہے کہ اگر کوئی سعی کا کچھ حصہ چھوڑ دے یا بھول جائے تو زیادہ مدت نہ گزرنے کی صورت میں چھوٹی ہوئی سعی کی تکمیل کر لے.

۱۸- اگر کوئی عمرے کی سعی کا ایک یا اس سے زیادہ چکر چھوڑ کر اپنے ملک کو چلا جائے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ واپس آ کر سعی مکمل کرے، اور وہ اس وقت تک حالتِ احرام میں ہی شمار ہوگا جس کی وجہ سے بیوی سے عدم تعلق اور دوسرے محظورات احرام اس پر لاگو ہوں گے. پہلے جو بال کٹوائے

تھے وہ درست نہ ہونے کی بناء اب پھر سعی کے بعد وہ بال کٹوا لے

۱۹- جو بغیر وضوء کے سعی کرلے اس کی سعی شمار ہوگی کیونکہ سعی کے لئے وضوء شرط نہیں بلکہ مستحب ہے.

۲۰- جس نے بھولے سے یا غلطی سے سعی کو طواف پر مقدم کردیا اس پر کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جب **ایک شخص نے سوال کیا کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی تو آپ ﷺ نے فرمایا "کوئی حرج نہیں"** (ابوداؤد).

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سعی کو طواف پر مقدم کرے تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس طرح جان بوجھ کر نہ کرے. ہاں اگر بھولے سے یا جہالت سے (یا ضرورت کی وجہ سے) اس طرح کرلے تو کوئی حرج نہیں.

*****

حج اور عمرہ کی صفت کا بیان

۱- جو حاجی عمرہ کرنے بعد حلال ہو چکا ہو اس کے لئے مشروع ہے کہ وہ آٹھویں ذی الحجہ (یوم الترویہ) کو اپنی قیام گاہ سے حج کا احرام باندھ لے چاہے اس نے مکہ میں قیام کیا ہو یا مکہ کے باہر یا منی ہی میں قیام کیا ہو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو جو عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو چکے تھے اپنی قیام گاہوں سے آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا.

۲- جس نے پہلے ہی سے منی میں اقامت اختیار کر لی ہو ذی الحجہ کی آٹھویں کو منی سے ہی احرام باندھ لے، مکہ جا کر احرام باندھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں رسول ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے کہ آپ نے میقات کا ذکر فرماتے ہوئے عرض کیا **"جو میقات کے اندر ہو اس کے احرام باندھنے کی جگہ وہی ہے جہاں سے وہ نیت کر لے یہاں تک کہ اہل مکہ مکہ ہی سے احرام باندھ لیں"** (متفق علیہ).

۳- جو عرفہ کے حدود سے باہر ٹھہر گیا اگر چہ کہ وہ اس کے حدود کے قریب ہی رہا ہو اس کا حج باطل ہے.

۴- جس نے صرف زوال سے پہلے عرفہ میں قیام کیا اور وہاں سے نکل گیا جمہور علماء کے نزدیک اس کا یہ ٹھہرنا وقوف عرفہ میں شمار نہ ہوگا. امام احمد بن حنبل اور علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ قبل زوال اگر کوئی عرفہ میں ٹھہر گیا تو وہ وقوف میں شمار ہوگا کیونکہ عروہ بن مضرس کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان **''جو عرفات میں اس سے قبل رات یا دن میں ٹھہر چکا ہو......''** کے الفاظ میں مطلقاً دن مذکور ہے جو زوال اور اس سے پہلے کے وقت کو شامل ہے.

لیکن جمہور علماء نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ وقوف عرفہ دراصل زوال کے بعد کے وقوف ہی کو کہا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے زوال کے بعد ہی عرفہ میں قیام فرمایا اور یہی احتیاط کا تقاضہ بھی ہے.

۵- جس نے زوال کے بعد عرفہ میں قیام کیا اس کا وقوف شمار ہوگا. ہاں اگر وہ غروب آفتاب سے قبل عرفہ چھوڑ دے تو اس پر ایک دم لازم آئے گا الا یہ کہ دسویں رات میں صبح صادق سے پہلے پھر سے عرفہ واپس آ جائے.

٦- جو دسویں رات کی کسی گھڑی میں بھی عرفہ میں ٹھہر گیا یا عرفہ میں

داخل ہو کر گزر گیا اس کا یہ عمل وقوف میں شمار کیا جائے گا.

۷- وقوف عرفہ کا وقت نویں کی فجر کی ابتدا سے دسویں کی فجر صادق سے پہلے تک ہے جیسا کہ احادیث کے عمومی الفاظ سے پتہ چلتا ہے لیکن افضل اور احوط یہ ہے کہ نویں کے زوال کے بعد وقوف ہو، تا کہ جمہور علماء کے اختلاف سے تعارض نہ ہو، جمہور کا اختلاف اوپر مذکور ہو چکا ہے.

۸- حاجی پر واجب ہے کہ وہ مزدلفہ میں کم از کم آدھی رات گزارے اور افضل ہے کہ وہ فجر کے بعد روشنی پھیلنے تک وہیں ٹھہرا ہے.

۲۹ -عورتوں کے لئے مطلقاً چاہے وہ طاقتور ہی کیوں نہ ہوں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ دسویں رات کا آدھا حصہ گزارنے کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہوسکتی ہیں، اسی طرح بوڑھے، بیمار اور ان کے مرافقین اور خدمت گار لوگوں کو بھی اس کی اجازت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس معاملہ میں مذکورہ لوگوں کو اجازت دی.

۱۰- جو مزدلفہ میں رات گزارے بغیر وہاں سے گزر جائے مگر فجر سے پہلے واپس آ کر کچھ دیر قیام کر لے اس پر کوئی فدیہ نہ ہوگا.

۱۱-جس نے مزدلفہ کا قیام ہی چھوڑ دیا ہو اس پر ایک دم لازم ہوگا.

۱۲-مزدلفہ سے ہی کنکریوں کا چننا ضروری نہیں بلکہ منی سے بھی چنی جاسکتی ہیں.

۱۳-آدھی رات ہونے سے قبل نہ دسویں کی کنکری ماری جاسکتی ہے اور نہ طواف افاضہ کیا جاسکتا ہے.

۱۴- صحیح بات یہ ہے کہ دسویں کی رات کا آدھا حصہ گزرنے کے بعد جمرۂ عقبہ کی کنکری مارنا ان کے لئے جائز ہے جو بوڑھے، بیمار یا ان جیسے ہوں. البتہ جو طاقتور ہو وہ اپنے نبی کی پیروی کرتے ہوئے دن میں رمی کرے کیونکہ نبی ﷺ نے طلوع آفتاب کے بعد ہی جمرۂ عقبہ کی رمی کی.

۱۵- ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث کہ **''جمرہ عقبہ کی رمی نہ کرو جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے'' ضعیف ہے** کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن العرنی کے درمیان انقطاع ہے اور اس کے صحیح ہونے کو فرض کرلیا جائے تو بھی دونوں احادیث کے درمیان جمع کی صورت نکالتے ہوئے اس کے مستحب ہونے پر محمول کیا جائے گا. ابن حجرؒ نے اس پر تنبیہ

فرمائی ہے.

۱۶- گیارہویں اور بارہویں کو زوال سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں اسی طرح جو تیرہویں کو رکنا چاہے وہ بھی تیرہویں کی رمی زوال کے بعد ہی کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ تینوں ایام کی رمی زوال کے بعد ہی کی ہے اور فرمایا: **"تمہارے حج کے اعمال تم مجھ سے اخذ کرو"** (مسلم) اور اس لئے بھی کی تمام عبادات توقیفی ہیں، شریعت مطہرہ میں ان کی ادائیگی جیسے بتلائی گئی ہے ویسے ہی ان کو ادا کیا جائے.

۱۷- رات میں رمی کے جائز نہ ہونے کی کوئی دلیل ثابت نہیں، لہذا اصل کے اعتبار سے رات کے وقت بھی رمی کی جاسکتی ہے. ہاں افضل یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو عید کے سارے دن میں کسی بھی وقت رمی کر لے اسی طرح ایام تشریق میں زوال کے بعد کرے. البتہ رات کے وقت اس دن کی رمی کی جاسکتی ہے جس کا سورج ڈوب چکا ہو. اگلے دن کی رمی اس سے پہلے والی رات میں نہیں کی جاسکتی.

لہذا جس کی رمی گیارہویں کے غروب تک نہ کی گئی وہ غروب

آفتاب کے بعد بارہویں رات میں کرلے اور جس کی بارہویں کی رمی غروب تک نہ کی جاسکی اس کے لئے جائز کہ وہ غروب کے بعد تیرہویں رات کے کسی بھی حصہ میں بارہویں کی رمی کرلے۔ ہاں جس نے تیرہویں کی رمی تیرہویں کے غروب تک ادا نہ کی اب اس پر رمی کا وقت فوت ہوجانے کی وجہ سے ایک دم لازم آئے گا کیونکہ رمی کا وقت تیرہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہی ہے۔

۱۸- کنکری کے حوض میں ماری ہوئی کنکریوں کا باقی رہنا ضروری نہیں، ہاں ضروری یہ ہے کہ کنکریاں حوض میں گریں۔ اگر کنکری حوض میں گرنے کے بعد باہر نکل جائے تو علماء کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کنکری شمار ہوئی۔ اس فتویٰ کو امام نوویؒ نے ''المجموع'' میں صراحۃً نقل کیا ہے لہذا سنت یہ ہے کہ کنکریاں حوض میں پھینکی جائیں نہ کہ ستون کو ماری جائیں۔

۱۹- جس کو شک ہوجائے کہ اس کی کنکری حوض میں گری یا نہیں اس پر ضروری ہے کہ وہ دوبارہ مارے تاکہ یقین ہوجائے۔

۲۰- حوض کے اندر جو کنکریاں موجود ہوں ان کو اٹھا کر مارنا جائز نہیں

البتہ جو نیچے گری ہوئی ہوں ان کو اٹھا کر مارا جا سکتا ہے.

۲۱- احتیاط اس بات میں ہے کہ جس کنکری کو ایک بار استعمال کیا جا چکا ہو اس کو دوبارہ استعمال نہ کرے.

۲۲- جو ساتوں کنکریوں کو ایک ساتھ مار دے اس کی ایک ہی کنکری شمار ہوگی اور باقی کنکریاں مارنا اس پر واجب ہوگا.

۲۳- جمرات پر کنکری مارنے کی ترتیب واجب ہے. ابتداء جمرۂ اولیٰ سے کرے پھر وسطی کی مارے آخر میں عقبہ کی کنکریاں مارے.

۲۴- کنکریوں کا دھونا مستحب نہیں بلکہ بغیر دھوئے ہی مارے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کا دھونا ثابت نہیں.

۲۵- اگر کسی کو ضرورت پڑ جائے تو وہ تمام دنوں کی رمی تیرہویں کی غروب سے پہلے تک مؤخر کر سکتا ہے اگر تیرہویں تک منی میں رکے. لیکن مرتب انداز سے تمام کی رمی کرے جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ دسویں تاریخ کی نیت سے وہ پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی کرے، پھر گیارہویں کی نیت سے جمرۂ اولی، وسطی اور پھر عقبہ کی رمی کرے، اس کے بعد بارہویں کی نیت سے جمرۂ

اولیٰ پھر وسطی اور پھر عقبہ کی رمی کرے، اگر اس نے تیرہویں کی رات منی میں گزاری تو پھر تیرھویں کی رمی کی نیت سے جمرۂ اولی پھر وسطی اور پھر عقبہ کی رمی کرے، لیکن افضل اور سنت یہی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے دسویں کو سات کنکریاں جمرۂ عقبہ کو مارے پھر گیارہویں کو جمرۂ صغریٰ (جو مسجد خیف کے قریب ہے) سے شروع کرے پھر وسطیٰ اور پھر عقبہ کو مارے اسی طرح بارہویں کو بھی تینوں کو مارے اور اگر بارہویں سے حج کی تکمیل کا ارادہ نہ ہو تو پھر تیرہویں کو بھی وہ تینوں کو مارے.

۲۶- رمی سے عاجز مریض، بوڑھے اور بچوں کی طرف سے نیابت کی جاسکتی ہے اور اسی طرح بچوں والی خواتین کی جانب سے بھی جن کے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کوئی انتظام نہ ہو سکے کنکریاں ماری جاسکتی ہیں.

۲۷- بغیر کسی شرعی عذر کے کنکری مارنے کی ذمہ داری کسی اور کو سونپی نہیں جاسکتی.

۲۸- اگر کسی نے بغیر کسی شرعی عذر کے کنکری مارنے کی ذمہ داری کسی کو دے دی تو صحیح ترین قول کے مطابق اس کی رمی شمار نہیں ہوگی. اگر وہ

وقت کے اندر خود پہنچ کر نہ مارے تو ایک دم اس پر لازم ہوگا جس کا گوشت فقراء مکہ پر تقسیم کیا جائے گا.

۲۹- جو رمی میں کسی کا نائب بنے اس پر ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنی رمی سے فارغ ہو جائے.

۳۰- جو کسی کی طرف سے رمی کرے اس کی دو حالتیں ہیں:

۱. وہ پہلے اپنی طرف سے تمام جمرات کو کنکری مار دے پھر دوسرے کی طرف سے مارے.

۲. ہر جمرہ کو پہلے اپنی طرف سے مارے پھر دوسرے کی طرف سے مارے اور یہی درست طریقہ ہے جس میں تکلیف ومشقت نہیں ہے، اور چونکہ کسی اور طریقہ کو لازمی طور پر اختیار کرنے کی کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے اس لئے اس طریقہ کو اپنایا جائے.

۳۱- دسویں تاریخ کو قربانی کرنا گیارہویں کو قربانی کرنے سے بہتر وافضل ہے اور گیارہویں کی قربانی بارہویں سے افضل ہے اور بارہویں کی قربانی تیرہویں سے افضل ہے.

۳۲- حج اور عمرہ میں بال کا منڈوانا افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ رحمت اور مغفرت کی دعا فرمائی اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ ہی دعا فرمائی.

سر کے کچھ حصے سے بال کا نکالنا کافی نہیں ہے بلکہ لازمی طور پر پورے سر سے بالوں کے منڈوانے کی طرح کتروایا بھی جائے، ہاں اگر حج کے قریب اوقات میں عمرہ کیا جارہا ہوتو کتروانا افضل ہے تاکہ حج میں بالوں کو منڈوایا جائے اسی بناء محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر بالوں کو کتروانے کا حکم دیا جب وہ طواف اور سعی سے فارغ ہوئے سوائے ان لوگوں کے جو اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے آئے تھے تو وہ اپنے احرام میں برقرار رہے. چونکہ حج کے لئے صرف چند دن ہی باقی رہ گئے تھے اس لئے آپ نے ان کو بال منڈوانے کا حکم نہیں فرمایا.

۱. جس نے جہالت کی بنا یا بھول کی وجہ سے سر کے صرف کچھ بال کتروالئے اس پر کوئی فدیہ نہیں. عورت اپنی ہر چوٹی سے ایک انگل کے بقدر یا اس سے کم بال کتروالے.

۲. جو رمی کرنے کے بعد بال کتروانے یا منڈوانے کو بھول کر اپنا لباس پہن لے یاد آنے پر وہ پھر احرام کی چادریں بدل کر بالوں کو منڈوائے یا کتروائے اور اگر بھولے سے یا نادانی میں اپنے لباس ہی میں بالوں کو منڈوالیا یا کتروالیا تو اس پر کوئی فدیہ نہیں کیونکہ اللہ نے ذکر فرمایا: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہم پر گرفت نہ فرما) (البقرہ:۲۸۶) اسی طرح صاحب جبہ کی حدیث سے بھی واضح ہے.

۳۳- ماہ ذی الحجہ سے زیادہ طواف افاضہ میں تاخیر کی اجازت جن لوگوں نے نہیں دی ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اس میں تاخیر کی جاسکتی ہے، ہاں اس کی ادائیگی میں جلدی کرنا بیشک افضل ہے.

۳۴- طواف افاضہ کی ادائیگی سے پہلے جو عورت اپنے ایام میں آجائے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے محرم کے ساتھ اپنی پاکی کا انتظار کرے اور پاک ہونے کے بعد طواف افاضہ کرے اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے لئے سفر کرنا جائز ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ وہ طواف افاضہ کے لئے پھر واپس آئے.

اگر واپس آنا ممکن نہ ہو جیسے انڈونیشیا اور مغرب جیسے دور دراز مقامات میں رہنے والی ہوتو علماء کے صحیح قول کے مطابق ایسی عورت اپنی پاکی کے لئے حفاظتی اقدامات اختیار کرتے ہوئے طواف افاضہ کی نیت سے طواف کرلے. شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن القیمؒ اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہی فتویٰ ہے.

۳۵- قِران اور اِفراد کرنے والوں پر صرف ایک ہی سعی ہے اگر ان لوگوں نے طواف قدوم کے ساتھ سعی کرلی تو وہ ان کے لئے کافی ہوجائے گی پھر حج کی سعی ان پر لازم نہیں ہوگی اور اگر انہوں نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ طواف افاضہ کے ساتھ اس کو ادا کریں.

۳۶- جس کے پاس عذر ہے جیسے پانی کا انتظام کرنے والے اور بیمار جو منیٰ کے میدان میں رات نہیں گزار سکتے ایسے لوگ منیٰ میں رات نہ گزار سکیں تو کوئی حرج نہیں لیکن رسول اللہ کی پیروی کرتے ہوئے اور صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اگر ان کے لئے ممکن ہوتو بقیہ اوقات منیٰ میں گزارنے کی کوشش کریں.

۳۷- پانی کا انتظام کرنے والے، جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے اور حجاج کے معاملات کا انتظام کرنے والے جیسے لوگوں کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ منیٰ میں رات نہ گزاریں اور دسویں دن کی رمی کے علاوہ باقی دنوں کی رمی کو مؤخر کرلیں. دسویں تاریخ کی رمی تمام کے لئے اپنے وقت پر بنا کسی تاخیر کے ادا کرنا مشروع ہے.

۳۸- جس نے جہالت کی وجہ سے منیٰ کے حدود میں رات نہ گزاری جب کہ اس کی حدود میں رات گزارنے کی اس کو قدرت تھی تو ایسے پر ایک دم لازم آئے گا کیونکہ اس نے بغیر کسی شرعی عذر کے ایک واجب کو ترک کیا، اس پر ضروری تھا کہ وہ اس بارے میں پوچھ تاچھ کر کے اس واجب کو ادا کرتا.

۳۹-کسی حاجی کو تلاش کے باوجود اگر منیٰ میں جگہ نہ ملے تو وہ حدود منیٰ کے باہر ہی رات گزار لے اور ایسی صورت میں اس پر فدیہ نہ ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ عمومی فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (اللہ سے ڈرو جتنا تمہاری استطاعت میں ہے) (التغابن:١٦) اور یہ ارشاد نبوی ہے: **"جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کو بجالاؤ"** (متفق علیہ).

۴۰- جس نے بغیر کسی عذر کے گیارہویں اور بارہویں رات منی میں نہ گزاری اس پر ایک دم لازم ہوگا.

۴۱- جو بارہویں کے غروب آفتاب سے پہلے منیٰ سے روانگی شروع کردے وہ منیٰ کو چھوڑنے والا شمار ہوگا اور اس پر کوئی فدیہ نہیں. اور جو غروب تک منیٰ ہی میں رہ جائے اور روانگی کی تیاری نہ کرے اس پر لازم ہوگا کہ وہ تیرہویں رات منیٰ میں گزار کر تیرہویں دن کی رمی زوال کے بعد کر کے وہاں سے روانہ ہو کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ﴾ (جو دو دن میں جلدی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں) (البقرہ:۲۰۳) جو بارہویں کے غروب تک منیٰ چھوڑنے کی تیاری نہ کرے وہ (متعجل) یعنی بارہویں کو منیٰ چھوڑنے والا شمار نہیں ہوگا.

۴۲- جو طواف وداع یا اس کا کوئی ایک چکر چھوڑ کر نکل جائے اس پر ایک دم لازم ہوگا جس کو مکہ میں ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت فقراء مکہ پر تقسیم کیا جائے. اگر وہ واپس آ کر پھر سے طواف کر بھی لے تو علماء کے ایک قول کے مطابق اس سے دم ساقط نہیں ہوگا.

۴۳- بغیر وضوء کے طواف درست نہیں کیونکہ رسول اللہ نے جب طواف کا ارادہ فرمایا تو آپ نے وضوء کیا اور فرمایا: **''حج وعمرہ کے تمام اعمال تم مجھ سے اخذ کرو''** (مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **''کعبہ کا طواف نماز ہے سوائے یہ کہ اس میں اللہ نے بات کرنے کی اجازت دی ہے''** یہ روایت مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح بیان کی گئی ہے مگر موقوف ہی صحیح ترین بات ہے لیکن حکماً اس کو مرفوع شمار کیا جائے گا کیونکہ اس طرح کی باتیں کوئی اپنی رائے سے بیان نہیں کر سکتا.

۴۴- حیض ونفاس والی عورتوں پر طواف وداع نہیں ہے. چنانچہ بخاری اور مسلم میں ابن عباس کی روایت مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **''لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ ان کا آخری کام کعبۃ اللہ کا طواف ہو البتہ حیض والی عورت سے اس کی تخفیف کر دی گئی''** نفاس والی عورتیں بھی حائضہ عورتوں کے برابر اس حکم میں شامل ہیں.

۴۵- جو رمی سے پہلے ہی طواف وداع کر لے اس کا طواف شمار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس کے وقت سے پہلے اس کو کر لیا. اور اگر وہ اسی

حالت میں سفر کر لے تو اس پر ایک دم لازم ہوگا.

۴۶- طواف وداع کرنے کے بعد اگر کسی چیز کے خریدنے کی ضرورت پڑ جائے اگر چہ تجارت کی غرض سے ہی سہی ، مدت کم ہونے کی صورت میں یہ جائز ہے . ہاں اگر عرفاً مدت طویل ہو جائے تو پھر طواف کا اعادہ لازمی ہوگا.

۴۷- عمرہ کرنے والے پر جمہور علماء کے قول کے مطابق طواف وداع واجب نہیں ، علامہ ابن عبد البرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے.

۴۸- جو شخص حج کے اعمال کے دوران فوت ہو جائے اس کی طرف سے بقیہ حج کے اعمال کی تکمیل نہیں کی جائے گی کیونکہ جب ایک صحابی کو ان کی اونٹنی نے روند دیا اور وہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے حج مکمل کرنے کا حکم نہیں دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: **''روز قیامت اس کو تلبیہ ادا کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا''** (متفق علیہ).

۴۹- حج سے پہلے یا حج کے بعد تنعیم یا جعرانہ یا کسی اور مقام سے حاجی حضرات جو کثرت سے عمرے کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل شریعت میں

ثابت نہیں بلکہ دلائل اس کے ترک کرنے کی افضلیت بتلاتی ہیں، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے حجۃ الوداع کے سفر میں نہ حج سے پہلے اور نہ حج کے بعد اس طرح کیا.

۵۰- ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث کہ **"جو حج کا کوئی عمل چھوڑ دے یا بھول جائے وہ ایک جانور قربان کرے"** (مؤطا امام مالک) اس حدیث کا حکم مرفوع ہے کیونکہ اس طرح کی باتیں کوئی اپنے من سے نہیں کہہ سکتا اور صحابۂ کرام میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے.

لہذا جو عمداً یا سہواً یا جہالت کی بناء پر کسی واجب کو چھوڑ دے جیسے رمئ جمرات، منیٰ میں راتوں کا گزارنا، طواف وداع، وغیرہ تو ایسا شخص مکہ میں ایک قربانی دے اور فقراء مکہ پر اس کا گوشت تقسیم کرے، اور اس معاملہ میں جانور وہی کافی ہوگا جو عید الاضحیٰ کی قربانی کے لئے کافی ہے یعنی ایک بکرا یا بکری یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ.

زیارت مسجد نبوی کا بیان

۱- مسجد نبوی کی زیارت تمام اوقات میں سنت ہے، اس کی زیارت کا حج سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ واجب ہے.

۲- یہ حدیث ''جو شخص مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرے گا اس کے لئے جہنم سے آزادی اور نفاق سے براءت ہوگی'' علماء محققین کے نزدیک **ضعیف** ہے لہذا اس پر اعتماد کرتے ہوئے عمل درست نہیں.

*****

حج میں رکاوٹ پیدا ہونے
یا حج کے چھوٹ جانے کا بیان

۱- حج میں رکاوٹ دشمن کی طرف سے یا کسی اور سبب جیسے مرض یا مال کے گم ہو جانے کی وجہ سے ہو جائے اور عنقریب یہ رکاوٹ دور ہونے کا امکان ہو تو حلال ہونے میں جلدی نہیں کرنا چاہئے.

۲- جو روک دیا جائے وہ قربانی کرنے کے بعد بال منڈوا کر یا کٹوا کر حلال ہو جائے اور اگر اس نے احرام باندھتے وقت شرط لگائی ہو تو اس پر کوئی فدیہ نہ ہوگا، اگر وہ قربانی نہ دے سکے تو دس دن روزے رکھے پھر بال منڈوا کر یا کٹوا کر حلال ہو جائے.

۳- جس کو روک دیا جائے وہ اپنی قربانی اسی مقام پر کرے جہاں اس کو روک دیا گیا ہو چاہے وہ حرم کے حدود میں ہو یا باہر اور اس کا گوشت فقراء پر تقسیم کیا جائے گا، اگر اس مقام پر فقراء نہ ملیں تو جہاں وہ رہیں وہاں پر اس گوشت کو پہنچایا جائے.

ہدی اور قربانی کا بیان

۱- تمتع اور قران کی قربانی اہل مکہ پر واجب نہیں، چاہے وہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بعد حج کئے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب تمتع کرنے والوں پر دم کا ذکر کیا اور اس سے عاجز ہونے پر روزوں کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں) (البقرۃ:۱۹۶).

۲-جس نے اپنی ہدی کی قربانی دسویں تاریخ سے پہلے کر دی وہ اس کے لئے کافی نہ ہوگی اس لئے کہ رسول ﷺ نے دسویں سے پہلے قربانی نہیں کی، اگر دسویں سے پہلے قربانی جائز ہوتی تو نبی ﷺ اس کو بیان فرما دیتے اور اگر آپ نے بیان کیا ہوتا تو صحابہ کرام اس کو نقل فرماتے.

۳- ایام تشریق کے روزے کسی حاجی کے لئے رکھنا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو حج کی قربانی نہ کر سکے، ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت صرف ان کو دی گئی

جو ہدی کو نہ پائیں"(بخاری).

۴- جو تمتع یا قران کی قربانی نہ دے سکے اس کے لئے افضل ہے کہ وہ عرفہ سے پہلے تین روزے رکھ لے بصورت دیگر ایام تشریق میں تین روزے رکھ لے.

۵- اور جو تمتع یا قران کی قربانی کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھ لے اس کے یہ روزے قربانی کے لئے کافی نہ ہوں گے بلکہ اس پر قربانی لازم ہوگی چاہے وہ ایام تشریق کے بعد ہی کیوں نہ ہو، یہ قربانی اس کے ذمہ قرض شمار کی جائے گی.

۶-قربانی کی قیمت صدقہ کرنا جائز نہیں بلکہ قربانی ہی واجب ہے اور قیمت کے نکالنے کا فتویٰ مردود اور نئی شریعت ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (کیا ان لوگوں نے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں) (الشوریٰ:۲۱).

۷- قربانی خریدنے کے لئے قرض لینا جائز ہوگا اور اگر اس کو ادا

کرنے سے قاصر ہوتو اس کے لئے روزے رکھنا کافی ہے.

۸-فدیہ اور قربانی کا گوشت کھلانے سے مراد فقراء حرم میں تقسیم کرنا ہے.

۹-ہدی کا گوشت فقراء و مساکین اور حرم کے علاقے میں مقیم لوگوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے چاہے وہ مکہ سے باہر ہی کیوں نہ ہوں.

۱۰- جو اپنی قربانی کو ایسے مقام پر چھوڑ دے جہاں اس سے استفادہ نہ کیا جاسکے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پھر سے قربانی دے.

۱۱- جو حدود حرم کے باہر جیسے عرفات یا جدہ میں قربانی کرے اس کی یہ قربانی جائز نہیں چاہے اس کا گوشت فقراء حرم پر ہی تقسیم کیوں نہ کرے اور چاہے وہ عمداً کرے یا جہالت کی بناء کرے اس کو پھر سے قربانی کرنی ہوگی.

۱۲-تمتع وقران اور عیدالاضحیٰ کی قربانی کا گوشت ہدیہ دینا، صدقہ کرنا اور خود بھی کھانا مستحب ہے.

۱۳-ہدی کے ذبح کے وقت مستحب ہے کہ یہ کہا جائے: (بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اكْبَرْ اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَ لَكَ) اور جانور کو قبلہ رو کردے، اور قبلہ رو کرنا سنت ہے واجب نہیں.

۱۴- علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق عید الاضحیٰ کی قربانی سنت مؤکدہ ہے الا یہ کہ کسی کی وصیت ہو تو اس کا پورا کرنا واجب ہے. اور یہ مشروع ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے لئے صدقہ و خیرات اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ ایصالِ ثواب کیا جائے.

*****

حج کی مشروعیت میں حکمت
اس کے احکام اور فائدے

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على عبده ورسوله وأمينه محمد بن عبد اللّٰه وعلى آله وأصحابه وأتباعه إلى يوم الدين.

أما بعد:

میں اللہ عزوجل کے احسان پر اس کا شکر گزار ہوں کہ میرے بھائیوں کے ساتھ اس فضیلت والی سرزمین پر ملاقات کا موقعہ عنایت فرمایا کہ آپس میں حق کی تلقین ونصیحت ہواور نیکی وتقوے کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون ہواور اللہ کی اور اس کے حق کی یاد ہانی ہواور حج جیسے عظیم ترین عمل کی تذکیر ہواور ہر جگہ میں موجود مسلمانوں کے لئے منافع اور بہتر نتائج اور عظیم ترین بھلائیوں کا تذکرہ ہو.

اللہ سے دعا گو ہوں کہ اس ملاقات کو مبارک بنادے اور ہمارے دلوں کی اور اعمال کی اصلاح فرمادے اور اس کے دین کی سمجھ اور اس میں

ثبات قدمی سے نوازے اور ہم سے، حجاج کرام سے اور تمام مسلمانوں سے قبول فرمائے اور ہمارے ان تمام اعمال کو شرف قبولیت سے نواز دے جسے ہم اس کے تقرب کے حصول کے لئے کرر ہے ہیں.

پھر میں اپنے بھائی عزت مآب شیخ راشد الراجح ، چانسلر ام القری یونورسٹی اور اس مجلس کے صدر کا شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے اس مجلس میں شرکت کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ ان کے جہود کو مبارک بنائے اور بھلائی میں ان کی اعانت فرمائے اور ہمیں اور ان کو راہ ہدایت کی رہنمائی کرنے والے ہدایت یافتوں میں سے بنادے. وہی ہے جس سے بہتر سوال کیا جاسکتا ہے.

میرے بھائیو! حج بڑا ہی عظمت والا عمل ہے اور اس کے فائدے بکثرت ہیں اور اس کی حکمتیں مختلف ہیں اور جو اس عمل سے متعلق کتاب وسنت کی باتوں پر غور کرے اس کو بہت ساری باتوں کا علم ہو جائے گا.

اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اپنے بندوں کے لئے مشروع کیا کیونکہ اس میں بڑی عظیم مصلحتیں ہیں مثلاً: آپسی تعارف، بھلے کاموں میں تعاون، حق سے متعلق ایک دوسرے کو نصیحتیں، دین میں تفقہ، اللہ کے کلمہ کی اور اس کی

توحید کی بلندی، اس کے لئے اخلاص اور اس طرح کے دیگر بے شمار فوائد ہیں.

اور اپنی رحمت کی بناء اس نے مشرق ومغرب کے تمام مسلمانوں پر حج فرض کیا. لہذا تمام مسلمانوں پر استطاعت کی شرط کے ساتھ حج فرض ہے چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، عرب ہوں کہ عجم، حکام ہوں کہ محکوم، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے) (آل عمران: ۹۷).

یہ آیت کریمہ واضح کرتی ہے کہ حج استطاعت رکھنے والے تمام مسلمانوں پر واجب ہے. حج زندگی میں ایک ہی مرتبہ واجب ہے جس طرح نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: **اگر میں ہاں کہوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا. حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے اور اس سے زائد نفل ہے** (احمد ودارمی).

یہ اللہ کی طرف سے آسانی اور عظیم نعمت ہے کہ اس نے صرف زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض کیا اگر ایک سے زائد مرتبہ فرض کر دیتا تو اس کی صعوبات کی بناء بڑی ہی مشقت ہو جاتی، خاص طور سے ان کے لئے جو اس مبارک جگہ سے دور ہیں، لیکن اپنے لطف وکرم سے اس نے زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض کیا اور اس سے زیادہ کو نفل بنا دیا.

بخاری و مسلم ہی کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

''جس نے ایسا حج کیا جس کے دوران نہ تو اس نے شہوت کا کوئی کام کیا اور نہ ہی نافرمانی کی تو وہ ایسے لوٹتا ہے گویا آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہو''.

اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا: **''حج اور عمرہ ایک کے بعد دیگرے کرتے رہا کرو کیونکہ یہ دونوں فقیری اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونا اور چاندی کے میل کچیل کو دور کرتی ہے، اور حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے''.**

حج کی بڑی عظیم شان ہے اور بکثرت فائدے ہیں اور اس کا عظیم ترین فائدہ یہ ہے کہ اگر یہ شرف قبولیت حاصل کر لے تو اس کا بدلہ جنت

وسعادت اور مغفرت ہے اور یہ ایسا عظیم ترین فائدہ ہے جس کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا.

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لوگوں کے لئے لوٹ آنے اور امن واطمینان کی جگہ بنائی ہے جس طرح کہ ارشاد ہوا: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا﴾ (ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور امن وامان کی جگہ بنائی) (البقرہ:۱۲۵).

لوگ ہر جگہ سے بار بار اس کی طرف لوٹ کر آتے ہیں اور اس کی طرف آنے سے کبھی اکتاتے نہیں اس لئے کہ ان کے آنے میں عظیم ترین خیر اور بے شمار فوائد کا حصول ہے. اللہ کی توحید اور اخلاص پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ (اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا) (الحج:۲۶).

اللہ تعالی نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے لئے اس گھر کو مہیا کیا تاکہ وہ اللہ کی توحید، اخلاص اور شرک سے پاک اس کو قائم کریں، رسول اللہ ﷺ سے اس پہلے گھر کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں کے لئے رکھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "**وہ مسجد حرام ہے**" (متفق علیہ).

اور اللہ نے بھی اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ (اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت و ہدایت والا ہے) (آل عمران:٩٦).

لہذا یہ پہلا گھر ہے جو عام عبادت کے لئے رکھا گیا اور اللہ نے واضح کیا کہ اللہ کی توحید و اخلاص پر اس کی بنیاد رکھی گئی. جو مسلمان بھی اس گھر کا قصد کرے اس پر لازم ہے کہ وہ خالص اللہ ہی کی عبادت کرے، اپنی نماز و دعاء میں، طواف و سعی میں اور تمام عبادات و اعمال میں کوشش کرے کہ وہ تمام کی تمام اللہ ہی کے لئے ہوں چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ﴾ (اور میرے گھر کو پاک صاف رکھو) (حج:٢٦) یعنی شرک سے اس گھر کو

پاک کرو ،اور طواف کرنے والوں سے اللہ نے آیت میں ابتدا کی کیونکہ طواف کا عمل اس گھر کے علاوہ کہیں اور نہیں کیا جا سکتا اور دنیا میں جہاں کسی عبادت میں طواف ہو اس کو صرف اسی گھر کے اطراف کیا جا سکتا ہے.

اب رہا درختوں ، پتھروں اور قبروں کا طواف تو یہ شرک اکبر ہے بالکل اسی طرح جس طرح ان کے لئے نماز یا سجدہ کیا جائے اور اگر اللہ کے تقرب ہی کے لئے بھی ان کا کوئی طواف کرے تو یہ بدعت ہے کیونکہ تقرب الٰہی کے لئے کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی چیز کا طواف نہیں کیا جا سکتا. اور اس گھر کا پاک کرنا درحقیقت اللہ کے ساتھ شرک اور ہر قسم کی گمراہ کن بدعت سے پاک کرنا ہے. اور اس گھر کے اطراف میں صرف اللہ کی توحید و اخلاص اور مشروع عبادتوں کے علاوہ کچھ نہ ہو.

لہذا اس گھر کے محافظین و منتظمین پر ضروری ہے کہ وہ اس گھر کو ہر قسم کے شرک و بدعت سے اور گناہ کے کاموں سے پاک رکھیں تا کہ وہ ہر قسم کے حرام کاموں سے پاک اور مقدس گھر بنا رہے جس طرح اللہ نے اس کو بنایا ہے.

بیت عتیق میں کئی واضح نشانیاں ہیں: مقام ابراہیم ،اور سرزمین حرم

پوری کی پوری مقامات ابراہیمی ہیں. صفا و مروہ، کعبۃ اللہ و منیٰ، مزدلفہ وعرفات، تمام جگہیں اس عظیم نبی اور رسول مکرم کی یاد دلاتی ہیں کہ اللہ کی توحید واخلاص کی راہ میں ان کی جدوجہد کیسی رہی اور توحید الٰہی و اتباع شریعت الٰہی کی طرف اپنی قوم کو کس طرح دعوت دی.

حج کی عظیم عبادت کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ﴾ (حج کے مہینے مقرر ہیں) (البقرہ: ۱۹۷) اور یہ شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں یعنی دو اور ایک تہائی مہینہ، پھر اللہ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ (اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے) (البقرہ: ۱۹۷).

یہ عظیم اور بکثرت فوائد میں سے ایک ہے کہ اس قدیم گھر کو پہنچنے والا شرک سے دور، خالص اللہ کی عبادت کی خاطر، شریعت کی مخالفت سے بچ کر، عبادت کو اللہ کے لئے کامل کرتے ہوئے جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو،

جب مذکورہ اوصاف کے ساتھ پہنچے اور حج کرے تو نہ وہ شہوت کے کام کرے اور نہ وہ نافرمانی میں مبتلا ہو تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے گویا اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہو.

آیت میں (الرفث) سے مراد ہمبستری یا اس کی طرف لے جانے والی باتیں ، نظریں اور حرکتیں وغیرہ ہیں ، علماء کرام نے اس کا یہی مطلب ذکر کیا ہے، اور (الـــفســوق) سے مراد تمام گناہ ہیں چاہے وہ حج کے دوران کے محرمات ہوں یا مطلقاً حرام کام ہوں. حج کے محرمات سے مراد محظورات احرام ہیں جیسے حالت احرام میں ناخن کترنا ، بال کاٹنا، خوشبو لگانا، مردوں کا سلا ہوا کپڑا پہننا اور سر کو ڈھانپنا، مرد و زن ہر دو کا دستانے پہننا اور عورت کا نقاب لگانا وغیرہ.

اور جو کام مطلقاً حرام ہیں ان کی مثال زنا کاری، چوری، جان و مال اور عزت و آبرو میں ظلم و زیادتی کرنا ،سود کھانا ، وغیرہ جن کو اللہ نے حج ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہر ایک پر حرام ٹھہرایا ہے.

اور (وَلا جِدَالَ) کا مطلب ہے کہ مؤمن ہر جھگڑے اور ایسی ہر

بات چیت سے دور رہے جو بغض و عداوت کی طرف لے جائے . حج درحقیقت آپسی محبت وتعاون اور دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے .

اور حج کی عظیم حکمتوں میں یہ بات داخل ہے کہ شہوت وعصیان اور جنگ وجدال کو ترک کیا جائے جو درحقیقت بغض وعداوت کا سبب بنتے ہیں . دلوں کی صفائی ، اخوت ووحدت ، نیکی وتقوی کے کاموں میں تعاون اور اللہ کی سرزمین پر بسنے والے اللہ کے بندوں کے درمیان نصرت کے لئے حج بہترین وسیلہ ہے .

جاہلیت میں عربوں کے اندر جدال کی عادت تھی . اللہ نے اس سے منع فرمایا: ﴿وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِ ﴾ (حج میں جدال نہ کرو) نہ تو جاہلیت میں جو عادت تھی اس کو اختیار کرو اور نہ ہی بغض وعداوت پیدا کرنے والا کوئی جھگڑا کرو یہ تمام ہی ناجائز ہیں . اگر تمہارے بھائی کے سلسلے میں تم سے کوئی غیبت ہو جائے تو اللہ سے توبہ کرلو اور اس سے معافی مانگ لو تاکہ حج کے دوران تمام باتیں خیرونیکی وتقوے کی طرف بلانے والی باتیں بن جائیں ، اور بھلائی ودلوں کی صفائی پر تعاون کرنے والے بن جائیں اور تفرقہ

بازی واختلاف پیدا کرنے والی باتوں سے دور رہنے والے ہو جائیں.

رہا وہ جدال جو بہتر طرز پر ہو وہ ہمیشہ مطلوب ہے ،اللہ نے فرمایا:﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾(اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقہ سے گفتگو کیجئے)(النحل:۱۲۵).

یہ محرم اور غیر محرم دونوں کے حق میں مطلوب ہے،مزید اللہ کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾(اور اہل کتاب کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو)(العنکبوت:۴۶).

لہذا شبہات کے ازالہ کے لئے اور حق کو اس کے دلائل کی روشنی میں واضح کرنے کے لئے بغض وعداوت پیدا کرنے والے اسباب سے دوری اختیار کرتے ہوئے بہتر طرز سے جدال کرنے میں کوئی حرج نہیں.

پھر اللہ نے فرمایا:﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهَ﴾(تم

جو نیکی کرو گے اس سے اللہ تعالی باخبر ہے)(البقرہ:١٩٧).

اس میں تمام بھلے کاموں کی ادائیگی پر ابھارنا ہے لہذا حاجی پر ضروری ہے کہ ہر ممکن ذریعہ سے نیکی کرنے کے لئے حرص مندر ہے. اللہ تعالیٰ اس کو جانتا بھی ہے اوراس کا بدلہ بھی دینے والا ہے، اور نیکی قول وعمل دونوں کو شامل ہے لہذا اچھی بات، نصیحت، بھلائی کا حکم، برائی سے روکنا، صدقہ وغمخواری، بھٹکے ہوئے کو راہ بتلانا، بےعمل کو تعلیم دینا یہ سب کی سب نیکیاں ہیں. اسی طرح ہر جائز قول وعمل جس کو اللہ نے مشروع کیا ہے جس سے کسی حاجی کو یا کسی مسلمان کو فائدہ پہنچے اس کا کرنا نیکی ہے. پھر اللہ نے فرمایا: ﴿وَتَزَوَّدُوْا﴾ (اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو).

حاجی کو اللہ نے حکم دیا کہ اخراجات اور نفع بخش چیزوں کے ساتھ زادراہ اختیار کرے یعنی نفع بخش علم، مفید کتابیں اور ہر وہ چیز جو دوسروں کے لئے فائدہ مند بنے (وتَزَوَّدُوْا) کا کلمہ عام ہے جو تمام دینی ودنیوی امور کی تیاری کو شامل ہے.

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کچھ لوگ بغیر زادراہ لئے حج کا

سفر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی، آیت درحقیقت عام ہے جو تمام لوگوں کو شامل کرتی ہے لہذا دنیا کے تمام گوشوں سے آنے والوں پر ضروری ہے کہ وہ علم، مال اور ہر مفید چیز کو لے کر آئیں جو ان کے حج میں ان کے کام آسکے تا کہ وہ دوسروں کے محتاج نہ بنیں، اور اللہ کا یہ فرمان: ﴿فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوى﴾ (سب سے بہتر توشہ اللہ کا ڈر ہے) یعنی مؤمن اور اس کے بھائیوں کے لئے بہترین زادراہ تقویٰ ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر اس کی اطاعت کرے اور اخلاص اختیار کرے، حج پر آتے ہوئے اس کے بھائیوں کو نفع پہنچائے اور ان کو بھلائی کی جانب راہنمائی کرے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور بہترین طریقے اور مناسب اسلوب کے ذریعہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے. اللہ نے پھر سے تاکید کی: ﴿وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِى الْاَلْبَابِ﴾ (اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو).

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اللہ نے بار بار دیا ہے کیونکہ اس میں عظیم ترین بھلائی ہے. اسی طرح اللہ نے فرمایا: ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا

خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دئے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے) (الحجرات:۱۳).

اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، سب سے عزت والا بندہ کون ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا: جو سب سے زیادہ تقوی والا ہو، درحقیقت سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہی اللہ کے پاس سب سے زیادہ عزت و فضیلت والا ہے چاہے وہ عرب ہو یا عجم، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، جن ہو یا انسان. ان میں سب سے زیادہ اونچے درجہ پر رسول اور انبیاء ہیں پھر ان کے بعد جو فضیلت والے ہیں پھر ان کے بعد جو فضیلت والے ہیں.

اللہ نے ''اے عقلمندو'' کے الفاظ سے ان لوگوں کو خطاب کیا ہے جو عقول صحیحہ کے مالک ہیں، جو اللہ کے بارے میں سمجھتے ہیں اور اس کی مراد کا

فہم رکھتے ہیں جو اس کے اوامر و نصیحتوں کی قدر کرتے ہیں برخلاف ان بے عقلوں کے جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اور جو اللہ سے منہ موڑ لے اور اس سے غافل ہو جائے وہ عقلمندوں سے خارج ہے.

عقلمند وہ ہیں جو اللہ کی طرف لپکتے ہیں. اس کی اطاعت کو پسند کرتے ہیں. لوگوں کو نفع پہنچانے کے خواہاں ہوتے ہیں ویسے تو تمام لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے مگر (اُولُوا الاَ لْبَاب) کا خاص میزہ ہے کہ اللہ نے ان کو عقل و بصیرت سے نوازا، چنانچہ دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا: ﴿وَلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (اور تا کہ عقلمند لوگ سوچ لیں) (ابراهیم:۵۲).

اور نصیحت حاصل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم تو سب کو ہے لیکن (اُولُوا الاَ لْبَاب) کی خاص شان اور اللہ کے احکام کے فہم اور اس پر عمل کرنے میں ان کا خاص میزہ ہے، اسی طرح یہ فرمان بھی ہے: ﴿لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانی ہیں) (آل عمران: ۱۹۰).

اس میں نشانیاں تو ہر ایک کے لئے ہیں لیکن در حقیقت ان کو سمجھنے

والے اور اس کا ادراک کرنے والے اور اس کی قدر دانی کرنے والے (اُولُوا الاَلْبَاب) ہیں.

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو). (الحج: ۲۷) یعنی اے ابراہیم! لوگوں کو حج کے لئے پکارو، اور ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کی اور لوگوں میں اعلان کیا اور آپ کی اور آپ کے بعد دیگر انبیاء اور محمد ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے داعیان حق بھی لوگوں کو حج کے لئے بلاتے ہیں ''وہ پیادہ تمہارے پاس آئیں گے''، یعنی پیدل، اس سے بعض نے یہ استدلال کیا کہ پیدل حج کرنا افضل ہے جبکہ یہ استدلال قوی نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر حج کیا اور درحقیقت قدوہ اور اسوہ آپ ہی ہیں. ہاں جو آدمی پیدل حج کررہا ہے اس کا یہ عمل اس کی رغبت کی شدت وقوت کو ظاہر کرتا ہے لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ افضل ہے لہذا جو پیدل آئے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو سوار اللہ کی رحمت اور اس کے احسان کا معترف بن کر حج کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور یہ افضل ہے.

اور اللہ کے اس فرمان میں: ﴿وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ (اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے) ''تمام راہوں'' سے مراد دنیا کے کونے کونے سے اور مشرق و مغرب کی دوری سے آنے والے راستے ہیں.

یہ لوگ کیوں آتے ہیں؟ اس کا جواب دیا گیا کہ: ﴿لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں) (الحج:۲۸) ان فوائد کو اللہ نے یہاں مبہم ذکر فرمایا ہے جبکہ دوسرے مقامات پر اللہ نے ان کی وضاحت فرمائی ہے. ان فوائد میں سے ایک کا ذکر اس کے بعد کے حصہ میں ذکر فرمایا: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِىۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ﴾ (اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں) چنانچہ حاجی اللہ کی فرمانبرداری اور لوگوں کے لئے نفع بخش کاموں میں سے جو بھی کرتا ہے چاہے اس کا ذکر کیا گیا ہو یا نہ ہو سب کا تعلق ان فوائد سے ہے، ان کے مبہم رکھنے میں اللہ کی حکمتیں ہیں تاکہ مؤمن مرد و عورت کا ہر کام جو اللہ کی اطاعت اور لوگوں کے فائدے سے متعلق ہو اس میں داخل ہو جائے.

فقیروں پر صدقہ کرنا، جاہل کو تعلیم دینا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، اللہ کی طرف دعوت دینا، مسجد حرام میں نماز پڑھنا، کتاب کا پڑھنا، علم سے بہرور کرنا اور ہر جائز قول وعمل اور کوئی بھی نیکی جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور جس کی اللہ نے اجازت دی ہو ان سب کا کرنا فوائد میں داخل ہے.

لہذا حاجی کو چاہئے کہ اس عظیم موقع کو غنیمت جان کر اللہ کے تقویٰ سے اپنے حج کو معمور کرے، اور ان تمام فوائد کو حاصل کرنے کا خواہشمند رہے جو اللہ کو راضی کرتے ہیں اور بندوں کو بھی نفع پہنچاتے ہیں، چنانچہ مکہ میں مشاعر مقدسہ میں اور تمام جگہوں میں اللہ کا ذکر کرتا رہے اور لوگوں کو فائدہ دینے والے امور میں اللہ کی اطاعت کے اعتبار سے مشغول رہے، اگر اس کے پاس علم ہے تو لوگوں کو تعلیم دے اور دین سمجھائے اور اللہ کی طرف دعوت دے اور راہ راست دکھائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اگر اس کے پاس مال ہے تو لوگوں کے ساتھ احسان کرے، فقیر کی غمخواری کرے اور مصیبت کے ماروں کی مدد کرے، اپنے وقت کو اللہ کی یاد اور تلاوت قرآن سے آباد کرے، حج کے اعمال کو اللہ کی شریعت کے مطابق

ادا کرے اور اس میں محمد ﷺ کی پیروی کرنے کی کوشش کرے، اور سب سے عظیم ترین فائدہ یہ ہے کہ اپنے تمام اعمال میں توحید و اخلاص اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو ہدف بنالے.

حاجی کو چاہئے کہ اپنے دین کو جانے اور اگر اس کو علم نہیں تو علم والوں سے پوچھے، مسجد حرام میں، مکہ کی عام مساجد میں اور مسجد نبوی میں جو علمی حلقے ہیں ان میں بیٹھے، اور اہل علم سے سوال کرے اور مفید کتابوں کو تلاش کرے، اور شریعت کے موافق جو اسلامی طریقہ ہے اس کو حاصل کرے، بدعت اور نا قابل اعتناء اقوال سے گریز کرے اور اتباع رسول کا خواہاں رہے تا کہ اس کا حج مقبول و مبرور بن جائے اور اس کا سفر مبارک اور نفع بخش بن جائے خود کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی، اور اپنے وطن پہنچنے کے بعد بھی اس مبارک سفر کے ثمرات سے مستفید ہوتا رہے.

اہل علم کے پاس حج کے احکام معروف ہیں اور اس کے اعمال معلوم ہیں، ان کے علاوہ بہت سے مسلمان جو بار بار حج پر آتے ہیں وہ بھی ان سے واقف ہیں، لیکن ایک بڑی تعداد ان کی بھی ہے جو ان احکام سے نا واقف

ہیں، ایسوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں اہل علم سے پوچھیں اور مسائل حج کے شرعی احکام کی معرفت کے لئے کوشش کریں. اسی طرح ہر عمل کے بارے میں سنت رسول کی پیروی کی کوشش کریں اور اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اسی طرح اہل علم کی وہ کتابیں جو حق کی وضاحت دلائل و براہین کی روشنی میں کرتی ہیں ان کو حاصل کریں اور ان کا مطالعہ کریں.

ہر مؤمن، چاہے وہ حاجی ہو یا غیر حاجی، اللہ کے تمام حرام کردہ امور سے بچ کر رہے، چاہے وہ گھر میں، راستہ میں، معاشرہ میں، بھائیوں کے ساتھ میں یا کسی بھی جگہ میں رہے، اور اللہ سے اس پر توفیق و مدد کا طلب گار رہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے اس سے مانگیں اور اس کے سامنے گڑگڑائیں، وہی داتا و بزرگ ہے.

حاجی کے لئے مشروع ہے کہ جب وہ میقات پہنچے تو ممکن ہونے پر غسل کر لے، اور وضوء کر کے دو رکعت سنت الوضوء ادا کرے، اور اگر فرض نماز کے بعد احرام باندھ رہا ہو تو وہی نماز اس کے لئے کافی ہے اس لئے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز کے بعد احرام باندھا، اور جن کا گھر میقات سے قریب ہے جیسے طائف والے اور مدینہ والے یہ اپنے گھر میں ہی غسل کرلیں کافی ہو جائے گا، لیکن جب تک میقات نہ پہنچیں احرام نہ باندھیں، اور احرام سے مراد حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا ہے. رہا سلے ہوئے کپڑوں کا اتارنا تو اگر میقات سے پہلے ہی گھر میں یا راستہ میں اتار دے اور اسی طرح غسل بھی کرلے تو کوئی حرج نہیں. سلے ہوئے کپڑوں کو اتار کر احرام کی چادر پہن لے پھر گاڑی پر سوار ہو جائے، اور افضل یہی ہے کہ سوار ہونے کے بعد عمرہ یا حج کی نیت کرے کیونکہ نبی ﷺ نے سوار ہونے کے بعد ہی احرام باندھا یعنی عمرہ یا حج کے اعمال میں داخل ہونے کی نیت کی.

اس کے بعد تلبیہ کثرت سے مسلسل پڑھتا رہے اور ساتھ میں اذکار وتسبیحات، توبہ واستغفار، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے اور اللہ کی طرف دعوت دینے میں مشغول رہے یہاں تک کہ وہ عمرہ کا طواف شروع کرلے اگر وہ عمرہ کی نیت سے پہنچا ہو، اور جب طواف شروع کرے تو

تلبیہ بند کردے. اگراس کا احرام حج کا ہے تو وہ جمرۂ عقبہ کو رمی کرنے تک تلبیہ کو جاری رکھے اور عید کی صبح رمی کے بعد تلبیہ کو بند کردے اور تکبیر کہنا شروع کرے.

یہ بات بڑی اہم ہے کہ کنکری مارتے وقت یہ یقین ہو یا غالب گمان ہو کہ اس کی کنکری حوض میں گر چکی، اگر یہ یقین حاصل نہ ہوا اور غالب گمان بھی نہ رہا تو پھر سے کنکری ماری جائے، اگر وقت کے اندر اس نے اعادہ نہیں کیا اور منیٰ سے نکل گیا تو اس پر ایک دم لازم آئے گا. کیونکہ اس نے ایک واجب کو چھوڑ دیا. ہاں اگر منیٰ ہی کے ایام میں اس کو اعادہ کا موقع مل گیا تو نیت کر کے ترتیب وار رمی کردے، ایسی صورت میں اس پر کوئی دم لازم نہ آئے گا.

اور یہ واضح رہے کہ حاجی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ بارہویں کو زوال کے بعد رمی کر کے منیٰ چھوڑ دے اور اگر سفر کرنا چاہے تو طواف وداع کے بعد سفر کرلے. یہ اس وقت ہے جب وہ پہلے ہی حج کا طواف کر چکا ہو اور اگر اس نے پہلے حج کا طواف نہ کیا ہو تو وہ اب حج کے طواف ہی کو طواف

وداع بھی بنا سکتا ہے اور اگر وہ سفر کرنا چاہے تو طواف افاضہ ہی اس کے لئے طواف وداع بھی بن جائے گا.

اور افضل یہ ہے کہ وہ تیرہویں دن زوال کے بعد رمی کر کے نکلے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور جو بارہویں کے سورج غروب ہونے تک منیٰ ہی میں رہے اس پر تیرہویں رات کا ٹھہرنا لازم ہوگا اور تیرہویں دن کے زوال کے بعد رمی کرنی ہوگی اور جو تیرہویں کی رمی سورج غروب ہونے تک نہ کرے وہ اس عظیم واجب کے چھوڑنے کی وجہ سے ایک قربانی دے.

رہا عرفہ، تو یہ حج کا عظیم ترین رکن ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ ہی حج ہے'' (مسند احمد وترمذی) حج میں ضروری ہے کہ نویں کو زوال کے بعد عرفہ میں ٹھہرا جائے. جمہور اہل علم کے پاس یہی قول مشہور ہے اور بعض کے قول کے مطابق اگر زوال سے پہلے بھی وہ ٹھہر گیا تو اس کا عرفہ میں ٹھہرنا شمار ہوگا، لیکن مشروع یہی ہے کہ زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک عرفہ میں ٹھہرا رہے، اور اگر کوئی دسویں رات کی طلوع فجر

سے پہلے رات میں بھی جا کر ٹھہر جائے تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا. اور اگر کوئی دسویں کی فجر طلوع ہونے تک بھی عرفہ نہ پہنچ پائے تو پھر اس کا حج فوت ہو گیا، اور جو نویں کے دن میں عرفہ پہنچا مگر غروب تک نہیں رکا اس نے واجب کو چھوڑ دیا اور جمہور اہل علم کے نزدیک ایسے شخص پر ایک دم لازم آئیگا.

حاجی کے لئے مشروع ہے کہ وہ عرفات میں کثرت سے ذکر، تلبیہ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا رہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا. اور سنت یہ ہے کہ عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کر کے دو دو رکعت ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا کی جائے اور اگر ممکن ہو تو مسجد نمرہ میں ادا کریں ورنہ ہر جماعت اپنے مقام پر نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا کرے. نماز کے بعد حاجی عرفہ میں اپنے مقام پر ٹھہرا رہے اور عرفہ پورا ٹھہرنے کا مقام ہے، اور بیٹھے، لیٹے، کھڑے ہر حالت میں اللہ سے دعا کرتا رہے اور سورج غروب ہونے تک ذکر و تلبیہ میں مشغول رہے اور سورج غروب ہونے پر سکینت اور وقار اور خاموشی کے ساتھ مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جائے اور وہاں پہنچنے کے بعد پڑاؤ ڈالنے سے پہلے ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ

مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعات ادا کرے اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز ادا نہ کی جائے جس طرح ظہر اور عصر کے درمیان بھی عرفات میں کوئی نماز نہیں پڑھی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی.

مغرب وعشاء ادا کرنے کے بعد حاجی جو چاہے کرے. چاہے تو سو جائے، چاہے تو کھالے، چاہے تو قرآن پڑھے، چاہے تو ذکر کرے، جو لوگ کمزور ہیں وہ آدھی رات کے بعد منیٰ کے لئے نکل سکتے ہیں، اور افضل یہ ہے چاند کے غروب ہونے کے بعد اور بھیڑ بھاڑ سے پہلے نکل جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے اور آسانی کی خاطر ان کو اجازت دی اور ان کے لئے فجر سے پہلے رمی کرنا جائز ہے، اور ان میں سے جو چاشت کے وقت تک رمی کو مؤخر کرلے وہ بھی جائز ہے، اور جو طاقتور ہیں ان کے لئے افضل اور سنت یہی ہے کہ وہ چاشت کے وقت رمی کریں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا.

اور جس نے طواف کو رمی کے بعد کیا یا رمی سے پہلے بھی کرلیا اس

نے ٹھیک کیا لیکن طواف کو رمی ،قربانی اور بال کے منڈوانے کے بعد کرنا افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا لیکن اگر آگے کر لے تو کوئی حرج نہیں، اور عید کے دن رسول اللہ ﷺ سے جس کام کے آگے یا پیچھے کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے جواب میں **''کوئی حرج نہیں''** فرمایا. اور یہ رمی ،قربانی ،بال کتروانے یا منڈوانے اور طواف وسعی کے بارے میں سوال تھا.

خلاصۂ کلام یہ کہ عید کے دن سنت یہ ہے کہ پہلے رمی، پھر قربانی، پھر بال منڈوانا یا کتروانا اور منڈوانا افضل ہے، پھر حلال ہو جانا، پھر طواف اور سعی کرنا اگر اس پر سعی باقی ہے.

اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق دے، اور ہم تمام کو دین کی سمجھ اور اس پر ثبات قدمی عطا فرمائے، اور ہر جگہ پر مسلمانوں کے احوال کو درست کرے، اور ان کو دین کی سمجھ عطا فرمائے، اور دینی امور کی معرفت اور آخرت کی رغبت اور اس کی تعلیم کے لئے مسلسل کوشش کی سعادت نصیب فرمائے.

اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ مسلمانوں پر بہتر لوگوں کو مقرر کرے اور ان کے لیڈروں کی اصلاح فرمائے، اور تمام جگہوں پر مسلمان حکام کو شریعت کو ترجیح دینے اور اس سے رضامند رہنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بے شک وہی داتا اور بزرگ و برتر ہے.

وصلی اللہ وسلم وبارک علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ

واصحابہ واتباعہ باحسان إلی یوم الدین.

*****

زکاۃ سے متعلق چند باتیں

الحمد لله وحده والصلاة و السلام على من لا نبي بعده و على آله وصحبه، أما بعد:

ان کلمات کو لکھنے کا مقصد فریضۂ زکاۃ کی یاددہانی اور نصیحت ہے، جس فریضہ کے بارے میں بہت سارے مسلمان تساہل کا شکار ہیں اور صحیح طریقے سے اس کو نہیں نکالتے جبکہ اس کا مرتبہ بڑا ہی بلند ہے اور پانچ ارکان اسلام میں داخل ہے، جس کے بغیر اسلام کی بنیاد استوار نہیں ہوسکتی. چنانچہ محمد ﷺ نے فرمایا **"اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے. اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکاۃ ادا کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا"**. (متفق علیہ).

مسلمانوں پر زکاۃ کی فرضیت اسلام کی بہترین خوبیوں کا اظہار ہے اور سماجی امور کی خبر گیری و دیکھ بھال ہے. ان کے فوائد بکثرت ہیں اور غریب مسلمانوں کی حاجتوں کا مداوا ہے. ان فوائد میں سے پہلا فائدہ

غریبوں اور مالداروں کے درمیان چاہت ومحبت کے رشتہ کو استوار کرنا ہے کیونکہ انسان کا نفس اپنے محسن سے محبت کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے. انہی فوائد میں سے دوسرا فائدہ نفس کی طہارت وتزکیہ، اور بخیلی وطمع جیسی خصلتوں سے دوری، جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وتُزَكِّيْهِمْ بِهَا ﴾ (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک وصاف کردیں) (التوبہ:۱۰۳).

تیسرا فائدہ مسلمان کے اندر سخاوت و فیاضی کی صفت پیدا ہو اور محتاجوں پر لطف وکرم کرنے کی عادت ہو جائے جس کا فائدہ اللہ کی جانب سے کثرت وبرکت کا ہونا جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِه وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُه ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ﴾ (کہہ دیجئے! کہ میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے

اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے)(سبا:۳۹).

بخاری ومسلم کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے: کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: **''اے ابن آدم! خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا''** اسی طرح اور بھی بے شمار فوائد موجود ہیں.

اور جو اس کے نکالنے میں کوتاہی کرے یا بخیلی سے کام لے اس کے بارے میں بڑی ہی سخت وعید آئی ہے. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ * يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ (اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا

جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو)(التوبہ:۳۴۔۳۵).

لہذا ہر وہ مال جس کی زکاۃ نہ نکالی گئی وہ خزانہ (کنز) میں شمار ہے جس کے ذریعہ روز قیامت اس صاحب زکاۃ کو عذاب دیا جائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **''جو کوئی سونے اور چاندی والا (صاحب نصاب) اس کا حق (زکاۃ) نہ نکالے قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بچھائی جائیں گی اور جہنم کی آگ میں اس کو اس پر تپایا جائے گا، اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ داغی جائے گی۔ اور جب بھی یہ ٹھنڈی ہونے لگے گی پھر سے تپائی جائے گی اس دن جو پچاس ہزار سال کے برابر کا دن ہوگا، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے، پھر وہ اپنی راہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھے گا''** (مسلم).

پھر رسول اللہ ﷺ نے اونٹ، گائے اور بھیڑ والا جو زکاۃ ادا نہ کرے اس کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ ان جانوروں کے ذریعے قیامت میں اس کو عذاب دیا جائے گا.

چنانچہ صحیح بخاری میں آپ سے روایت منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ نے مال عطا کیا پھر اس نے زکاۃ ادا نہ کی تو اس کا مال اس کے لئے ایک زہریلے اژدھے کی شکل میں بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ دھبے ہوں گے، اس کا طوق قیامت کے دن اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا (میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں) پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے)'' (آل عمران: ۱۸۰).

*****

زکاۃ چار قسم کی چیزوں میں واجب ہے

زمین سے پیدا ہونے والا غلہ اور میوہ، قدرتی چراگاہوں میں چرنے والے چوپائے، سونا اور چاندی اور سامان تجارت.

ان چاروں اقسام میں مقررہ نصاب ہے جس سے کم پر زکاۃ واجب نہیں ہوتی. غلہ ومیوہ کا نصاب پانچ وسق ہے، اور ایک وسق کی مقدار ساٹھ صاع ہے. لہذا کھجور، منقہ، گیہوں، چاول، جو، وغیرہ کا نصاب رسول اللہ ﷺ کے صاع کے برابر تین سو صاع ہے اور ایک صاع کی مقدار درمیانہ قد کے آدمی کے دونوں بھرے ہاتھوں سے چار مرتبہ ناپا جائے (۱).

اگر درخت اور کھیتی کی سیرابی کے لئے خرچ کی ضرورت پیش نہ آئے، جیسے بارش، نہر یا بہتی ندی کے ذریعہ سیرابی ہوگئی تو اس سے پیدا شدہ غلہ کا دسواں حصہ بطور زکاۃ نکالنا ہوگا. اور اگر اس کی سیرابی کے لئے خرچ کی ضرورت پیش آئے جیسے پن چکی اور بورویل وغیرہ کے ذریعہ تو ایسی پیداوار

---

(۱) ایک صاع تقریباً ڈھائی کلو کی مقدار کے برابر ہے اس طرح تین سو صاع کی مقدار تقریباً ساڑھے سات سو کلو ہے جو غلہ ومیوہ کا نصاب ہے (مترجم).

کا بیسواں حصہ بطور زکاۃ ادا کرنا ہوگا. اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے.

اب رہا نصاب ان اونٹوں ، گایوں اور بکریوں کا جو کھلی جگہ میں چرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے وارد صحیح احادیث میں اس کی تفصیل ہے. جو اس کے بارے میں جاننا چاہے وہ اہل علم سے سوال کرلے، اور اگر اختصار مقصود نہ ہوتا تو یہاں اتمام فائدہ کے تحت اس کو ہم ذکر کر دیتے.

چاندی کا نصاب ایک سو چالیس مثقال ہے اور سعودی درہم کے مطابق چھپن ریال ہے. سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور سعودی جنیہ کے مطابق گیارہ جنیہ اور سات میں تین حصے ہیں اور گرام کے اعتبار سے بانوے گرام ہیں (۱).

سونا اور چاندی میں جو بھی نصاب کا مالک بن جائے اس پر

(۱) عام طور پر محققین نے ایک مثقال کی مقدار سوا چار گرام بتلائی ہے جس کے اعتبار سے بیس مثقال سونے کی مقدار ۸۵ گرام ہے جو سونے کا نصاب ہے اور ایک سو چالیس مثقال چاندی کی مقدار ۵۹۵ گرام ہے جو چاندی کا نصاب ہے (مترجم).

چالیسویں حصہ کی زکاۃ فرض ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کی ملکیت پر ایک سال گزر جائے، چونکہ نفع اصل کے تحت ہے اس لئے نفع کی زکاۃ کے لئے پھر سے ایک سال شمار نہیں کیا جائے گا، جس طرح کھلی چراگاہوں میں چرنے والے جانورں کے بچے ان کے تابع ہیں، اگر اصل مال میں نصاب کی مقدار موجود ہو تو ان کے پیدا شدہ بچوں کے لئے نئے سال کی شرط نہیں لگائی جائے گی.

سونے اور چاندی ہی کے حکم میں نقدی (کرنسی) ہے جن کو آج کے دور میں لوگ استعمال کرتے ہیں چاہے وہ درہم ہوں یا دینار ہوں یا ڈالر ہوں یا کچھ اور نام رکھ لیا گیا ہو، جب ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی ملکیت پر سال گزر جائے تو ان میں زکاۃ واجب ہو جائے گی.

نقدی ہی کے حکم میں خواتین کے زیورات بھی ہیں اگر وہ سونے یا چاندی کے ہوں اس شرط کے ساتھ کے وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان پر زکاۃ واجب ہوگی اگر چہ وہ استعمال کی خاطر

ہوں یا عاریہ دینے کے لئے رکھے ہوں. یہی علماء کا صحیح ترین قول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **''سونے اور چاندی کا مالک جس نے ان کا حق ادا نہیں کیا قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بچھائی جائیں گی''**، مکمل حدیث آگے گزر چکی ہے.

اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک **خاتون کے ہاتھ میں دو کنگن دیکھے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ ان دونوں کنگن کے بدلہ اللہ تمہیں قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے؟ تو ان دونوں کو اس نے نکال کر ڈال دیا اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں** (ابوداؤد اور نسائی نے سند حسن سے اس کو بیان کیا ہے).

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ سونے کی پازیب پہنتی تھیں چنانچہ آپ نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ ''کنز'' خزانہ میں شمار ہے تو

آپ ﷺ نے فرمایا **"جو زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائے، پھر اس کی زکاۃ ادا کردی جائے تو وہ کنز (خزانہ) میں شمار نہیں"**. (ابوداؤد) اسی معنی کے دوسری احادیث بھی آئی ہیں.

سامان تجارت سے مراد وہ مال جو تجارت کی غرض سے رکھا گیا ہو لہذا سال کے اختتام میں اس کی قیمت کا حساب لگایا جائے اور اس کی پوری قیمت کا ڈھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کیا جائے چاہے اس کی قیمت اس کے دام سے زیادہ ہو یا کم، کیونکہ سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **رسول اللہ ﷺ ہمیں مال تجارت میں سے زکاۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے** (ابوداؤد).

اس ضمن میں فروخت کی غرض سے رکھی ہوئی زمینیں، عمارتیں، گاڑیاں، پانی کے موٹر پمپ اور وہ اشیاء داخل ہوجاتی ہیں جن کو فروخت کرنے کے لئے رکھا جائے، البتہ وہ عمارتیں جو کرائے پر دی گئی ہوں اور بیچنے کے لئے نہ ہوں تو اس کے کرایہ میں زکاۃ واجب ہوگی اگر اس کرائے پر ایک سال گزر جائے، اگر ذاتی مکان ہو تو اس پر کوئی زکاۃ نہیں کیونکہ وہ مال تجارت میں شامل نہیں. اسی طرح شخصی گاڑیوں پر بھی زکاۃ نہیں اس لئے کہ

ان کو خریدنے والے نے اپنے ذاتی استعمال کے لئے خریدا ہے. اگر کرائے پر دی ہوئی گاڑی کے مالک کے پاس کرائے یا کسی اور ذریعہ سے اتنے پیسے جمع ہو جائیں جو نصاب کو پہنچ جائیں تو ایک سال گزرنے پر اس میں زکاۃ واجب ہو جائے گی چاہے وہ خرچ کے لئے اٹھا رکھا ہو، شادی کے لئے جمع کر رکھا ہو یا کوئی زمین کے خریدنے کی نیت ہو یا قرض کی ادائیگی کا ارادہ ہو یا کوئی اور مقصد ہو. شریعت کی عمومی دلیلیں ایسی صورت حال میں زکاۃ کے واجب ہونے کو بتلاتی ہیں. اور علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق قرض زکاۃ کو مانع نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے.

اسی طرح جمہور علماء کے پاس یتیموں اور پاگلوں کے مال میں بھی زکاۃ واجب ہے اگر اس پر سال مکمل ہو جائے. ان کے ذمہ دار حضرات پر ضروری ہے کہ سال کی تکمیل پر ان کے مال کی زکاۃ نکالیں. اس کی دلیل وہ عام احادیث ہیں جو اس ضمن میں آتی ہیں جس طرح معاذ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ان کو یمن کی طرف بھیجنے لگے تو فرمایا: **"یقیناً اللہ نے ان کے مالوں میں زکاۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان**

کے غریبوں کو دی جائے" (متفق علیہ).

زکاۃ اللہ کا حق ہے، جو اس کے مستحق نہیں ہیں ان کو یہ دینا جائز نہیں اور نہ اس کے ذریعہ کوئی اپنے لئے نفع حاصل کرے، یا نقصان سے اپنے کو بچائے، اور نہ زکاۃ کے ذریعہ اپنے مال کو محفوظ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے ذریعہ کسی مصیبت سے اس کو بچایا جا سکتا ہے بلکہ مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے مستحقین تک اس کو پہنچا دے کیونکہ وہی اس کے حق دار ہیں. کسی اور غرض کو سامنے نہ رکھے اور اللہ کی خاطر خوش دلی سے اس کو ادا کر دے تا کہ وہ بری الذمہ ہو جائے اور اجر عظیم کا مستحق قرار پائے اور مال میں برکت کا باعث ہو جائے.

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں زکاۃ کے مستحقین کو بیان فرمادیا چنانچہ اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ واللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ (صدقہ (زکاۃ) صرف فقیروں کے لئے ہے اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے

لئے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے. فرض ہے اللہ کی طرف سے وہ اللہ علم وحکمت والا ہے)(التوبہ:٦٠).

اس آیت کے آخر میں دو عظیم ناموں (علیم ،حکیم) کا ذکر اللہ کی جانب سے اپنے بندوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے احوال کو جانتا ہے کہ کون ان میں سے زکاۃ کا مستحق ہے اور کون نہیں، اور وہ اس کو اور اس کی مقدار کو مشروع کرنے میں بڑا حکیم ہے، وہ چیزوں کو ان کے لائق جگہوں پر رکھتا ہے (اگر چہ بعض لوگوں پر اس کی حکمتیں مخفی ہوتی ہیں) تا کہ اس کی شریعت پر لوگ مطمئن ہو جائیں اور اس کی حکمتوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیں.

اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور معاملات میں راست بازی کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی رضا مندی کے کاموں میں پہل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے اور اس کا غضب لے آنے والے امور سے عافیت دے. بے شک وہ سننے والا بڑا ہی قریب ہے.

وصلی اللہ علی عبدہ ورسولہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم.

زکاۃ سے متعلق چند فتوے

سوال: زکاۃ نہ دینے والے شخص کے لئے آپ نصیحت فرمائیں تاکہ اس کا دل نرم پڑ جائے اور وہ حق کی طرف لوٹ جائے.

جواب: جو شخص زکاۃ میں بخیلی کرے میں اس کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس بات کو یاد رکھے کہ اللہ نے اس کو مال دے کر آزمایا اگر وہ اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کا حق ادا کرے تو وہ کامیاب ہو گیا اور اگر زکاۃ کی ادائیگی میں بخیلی کرے اور اس نعمت کا حق ادا نہ کرے وہ ناکام اور خسارے میں ہو گیا اور اس کا عذاب قبر میں بھی پائے گا اور قیامت کے دن بھی. اللہ ہم سب کو عافیت میں رکھے.

مال زائل ہونے والا ہے اور اس کا معاملہ بڑا خطرناک ہے، اور جو اس کی زکاۃ ادا نہ کرے اور بخل سے کام لے اس کا نتیجہ بڑا بھیانک ہے، عنقریب اس مال کو تو وہ دوسروں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا لیکن اس کا حساب اور اس کا وبال اس کے اوپر آئے گا، لہذا ہر مالدار مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور کرے اور

وہ عنقریب ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا، اور درحقیقت یہ مال آزمائش ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ﴿إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (تمہارا مال اور تمھاری اولاد تو سراسر تمہارے لئے آزمائش ہیں) (التغابن: ۱۵) اور مزید فرمایا: ﴿وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً﴾ (ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں) (الأنبیاء: ۳۵).

لہذا مال جہاں آزمائش ہے امتحان بھی ہے، اور اگر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کا حق ادا کیا اور اس کو خیر کی راہوں میں خرچ کیا تو پوری طرح کامیاب ہوگئے اور آپ کے حق میں یہ مال نعمت بن گیا، اور مؤمن کے لئے یہ مال کیا ہی بہترین ساتھی ہے جس سے وہ رشتوں کو جوڑتا ہے اور اپنے تمام حقوق کی ادائیگی کرتا ہے اور خیر کی راہوں میں خرچ کرتا ہے، کمزوروں کو نفع پہنچاتا ہے، ان کی غمخواری کرتا ہے، چنانچہ یہ مال ایسے کے حق میں بڑی عظیم نعمت ہے، اور اگر وہ اس مال میں بخیلی کرے تو اس کے لئے یہ بڑی مصیبت ہے اور اس کا انجام بڑا ہی برا ہے. اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ہر برائی سے بچا کر رکھے.

جس نے زکاۃ نکالنا چھوڑ دیا وہ پچھلے تمام سالوں کی زکاۃ نکالے

سوال: میں تقریباً تین سال پہلے نصاب کا مالک ہوا اور اس وقت سے زکاۃ نہیں ادا کی، میرے پاس جو مال ہے اور دوسروں کے ذمہ میرا جو مال ہے اس کا میں نے حساب لگا لیا، اب کیا جب تیسرا سال ختم ہوگا تو میں پچھلے دونوں سالوں کی زکاۃ ملا کر ادا کروں جبکہ ایسا کرنے کی میں طاقت بھی رکھتا ہوں یا پھر میرا کیا عمل ہوگا؟

جواب: پچھلے دونوں سالوں کی زکاۃ نکال دو اور اپنے رب سے معافی مانگو اور تاخیر سے نکالنے پر توبہ کرو، اور جب تیسرا سال ختم ہوگا تو پھر اس سال کی زکاۃ ادا کرو. زکاۃ کو مؤخر نہیں کیا جا سکتا بلکہ توبہ واستغفار کے ساتھ پچھلے دو سال کی زکاۃ ادا کرنے میں جلدی کرو اور تیسرا سال ختم ہونے پر اس کی زکاۃ ادا کرو.

*****

فریضۂ زکاۃ سے لاعلمی زکاۃ کو ساقط نہیں کرتی

سوال : ریاض سے ایک بھائی نے سوال کیا: میرے پاس پانچ سالوں سے کچھ رقم ہے اور یہ کبھی کم ہوتی ہے کبھی زیادہ، اور اس سال جب بعض لوگوں سے زکاۃ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے کہا جب انسان صاحب نصاب ہو جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے چاہے وہ مال شادی کے لئے ہو یا مکان خریدنے کے لئے کیوں نہ رکھا گیا ہو.

سماحۃ الشیخ! کیا مجھ پر پچھلے تمام سالوں کی زکاۃ واجب ہوگی جبکہ مجھے زکاۃ کی فرضیت کا علم نہیں تھا یا پھر اس ایک سال کی زکاۃ ادا کردوں جس میں مجھے اس کی فرضیت کا علم ہوا ہے؟

جواب : پچھلے تمام سالوں کی زکاۃ ادا کرنا تم پر واجب ہے اور تمہارے لاعلم ہونے سے زکاۃ ساقط نہیں ہوگی کیونکہ زکاۃ کی فرضیت دین کی بنیادوں میں سے ہے اور اس کا حکم مسلمانوں پر مخفی نہیں ہے، ارکان

اسلام میں سے یہ تیسرا رکن ہے لہذا پچھلے تمام سالوں کی زکاۃ نکالنے میں جلدی کرو اور تاخیر کی وجہ سے اللہ کے حضور توبہ کرو اللہ ہمیں، تمہیں اور تمام مسلمانوں کو معاف فرمائے.

*****

یتیموں کے مال کی زکاۃ

سوال: ایک شخص کی وفات ہوگئی اور وہ اپنے پیچھے مال کو بھی چھوڑا اور یتیموں کو بھی، اب کیا اس مال میں زکاۃ نکالی جائے ؟ اگر نکالنا واجب ہے تو کون نکالے گا ؟

جواب : یتیموں کا مال جو نقدی کی شکل میں ہو، مال تجارت کی حیثیت سے ہو، قدرتی جگہوں پر چرنے والے پالتو جانور ہوں اور میوہ وغلہ ہوں تو ان تمام میں زکاۃ نکالنی ہوگی (اگر وہ نصاب کو پہنچ جائیں) اس کے وقت پر یتیموں کا ولی (نگراں) اس کو ادا کردے . اور فوت شدہ والد کی طرف سے کوئی نگران ان کا متعین نہ ہو تو معاملہ عدالت میں پیش کیا جائے تاکہ ان کی نگہبانی اور ان کے مال کی نگرانی کے لئے کسی کو ذمہ داری دی جائے . اور اس پر ضروری ہوگا کہ وہ اس معاملہ میں اللہ سے ڈرے اور ان کی اور ان کے مال کی بہتری کے لئے وہ کام کرے، چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَسْـئَلُـوْنَكَ عَـنِ الْيَتَـامىٰ ط قُـلْ اِصْلَاحٌ لَّهُـمْ خَيْرٌ﴾

(اور آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان

کی خیرخواہی بہتر ہے)(البقرہ:۲۲۰).

اورمزیدفرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾(اوریتیم کے مال کے پاس نہ جاؤمگرایسے طریقے سے جوکہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشدکوپہنچ جائے)(الأنعام:۱۵۲).

اس مفہوم کی بہت ساری آیات ہیں ،اور ان کے لئے سال کا حساب ان کے والد کی وفات سے مشروع ہوگا کیونکہ اس کی وفات کے وقت سے یہ اس مال کے مالک بنے ہیں.

*****

بچی کے مال سے زکاۃ نکالنا

سوال: میں پانچ سالہ بچی کی پرورش کرتی ہوں اور میرے شوہر اس کے لئے کچھ مال دیتے ہیں جس کو میں فیصل اسلامی بینک میں جمع کر دیتی ہوں تو کیا اس بچی کے اس مال سے زکاۃ نکالنی ضروری ہے؟

جواب: تم پر ضروری ہے کہ اس کے مال کی زکاۃ ادا کرو کیونکہ اس مال کی تم نگراں ہو.

بیوی کے مال کی زکاۃ شوہرادا کردینے کا حکم

سوال: کیا میرے شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ میرے مال کی زکاۃ نکال دے جبکہ وہ مال انہی کا دیا ہوا ہے؟ اور کیا میری بہن (جس کا شوہر کا انتقال ہو چکا ہے) کے لڑکے کو زکاۃ دی جاسکتی ہے جبکہ وہ نوجوان ہے اور شادی کی فکر کررہا ہے؟

جواب: اگر تمہارے پاس سونا یا چاندی یا جن میں زکاۃ مقرر کی گئی ہے ان میں سے کوئی چیز نصاب یا اس سے زیادہ ہوتو اس میں زکاۃ واجب ہے اور اگر تمہارے شوہر تمہارے اجازت سے اس کی زکاۃ نکال دیں تو کوئی حرج نہیں .اسی طرح تمہارے والد یا تمہارے بھائی یا کوئی اور تمہاری اجازت سے تمہارے مال کی زکاۃ نکال دیں تو بھی جائز ہے، اور تمہارے بھتیجے کو اس کی شادی میں مدد کی غرض سے زکاۃ دینی جائز ہے اگر وہ اس کا خرچ نہ اٹھا سکے.

سوال: بیوی کے زیورات کی زکاۃ کیا اس کا شوہر ادا کرسکتا ہے؟

جواب: اس پر لازم نہیں کہ وہ اس کی زکاۃ نکالے، لیکن اگر نکال

دے تو کوئی حرج نہیں، ورنہ اس کے زیورات کی زکاۃ بیوی پر ہی واجب ہے اس لئے کہ اس بارے میں وارد احادیث یہی بتلاتی ہیں کہ ان کی زکاۃ بیوی پر ہے، اس کے شوہر پر نہیں.

*****

فہرستِ مضامین

علامہ ابن باز رحمہ اللہ

کی بعض کتابوں کا مفید مجموعہ

(نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے مسائل)

تالیف

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

ترجمہ

اسد اللہ عثمان مدنی